رجسٹر نمبر ۶

۷۸۶

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى

بے شک کامیاب ہوا وہ جس نے تزکیہ کیا۔

حقیقۃ التصوف

اس میں تصوف کیا چیز ہے اور اس کی تحصیل کا کیا طریقہ ہے۔ اور اس کی کیا ضرورت ہے اور اسکا کیا فائدہ ہے۔ یہ درج کیا گیا ہے

مؤلفہ

ناچیز محمد ابراہیم غفرلہ ولوالدیہ ولسائر المسلمین آمین
مفتی مانگرول۔ کاٹھیاواڑ (سوراشٹر)

مطبوعہ
رحیمی پریس کماٹی پورہ
اصطبل اسٹریٹ
بمبئی نمبر ۸

رجسٹرڈ نمبر ۳

حقیقۃ التصوف

نوٹ

یہ کتاب مرحوم سرکار "شری شیخ محمد جہانگیر میاں" وقف ٹرسٹ فنڈ مانگرول (سوراشٹرا) طرف سے شائع ہوئی

ہلال پریس بمبئی ۹
بمبئی

فہرست رسالہ حقیقت التصوف

سلسلہ تبلیغ مانگرولی

غلط نامہ

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلطی	صحیح
۳	۲۴	اوّاجد	تواجد
۱۸	۱۶	عبن	عین
//	۲۲	خیط	محیط
۱۹	۱	(زندہ کرے والا)	(زندہ کرنے والا)
//	۴	اُ سلے	اُ سکے
//	۲۰	اصلاحی	اصطلاحی
//	۲۴	کلاں	کلال
۲۲	۱۳	متنبدل	متبدل
//	۱۸	نہیں.....سکا	نہیں تو اسکا
۲۳	۳	قال اللہ	قال اللّٰہ
۲۶	۱۵	نفس کو قالب	نفس و قالب
//	۱۶	دینوی	دنیوی
۲۷	۱۵	مناسب	مناسب
۳۰	۱۰	لحاظ سے کہ لحاظ سے کہ	لحاظ سے کہ
//	۱۸	مثل زمن	مثلِ مدمن
۳۱	۵	عناب	عذاب
۳۳	۱۹	بھیجنے	بھیجتے
۳۴	۷	اولا	اولاً
//	۸	موثر	مؤثر
۳۶	۶	صح ۴	صح ۴
۳۷	۱۲	ہوتا......	ہوتا ہے

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلطی	صحیح
۴۰	۵	نفاس	نفاس
۴۱	۳	لقشبدیہ	لقشبندیہ
//	۷	اب خواہ	اب بہ خواہ
۴۲	۶	تیاری کرتا	تیاری کرنا
//	۱۹	...بھٹا	اُٹھا
۴۳	۱	غفلت	غفلت
//	۳	عرض	غرض
۴۶	۷	ولا ابراق	ولا اراق
۴۸	۱۳	جزاء	اجزاء
۴۹	۱۳	اسی آیت	اس آیت
۵۰	۸	پلو پچواں	یا پانچواں
۵۲	۱۲	اداور	اور
۵۳	۲۱	کہ اگر اگر	کہ اور اگر
۵۵	۱۴	بوتا	ہوتا
۵۷	۲۳	لازم آتا ہے	لازم آتا ہے
۶۳	۶	ذکر قلبی	ضرب قلب
۶۵	۷	للّٰھم	اللّٰھم
//	۱۱	لجمعی	دلجمعی
//	۱۳	چیپ	چسپ
//	۱۹	دبار	دوبا
۶۶	۱۹	محدث	محدث

غلط نامہ

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلطی	صحیح	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلطی	صحیح
۶۶	۲۴	غرض	غرض	۷۵	۲۳	اور وزن زمان صنی کی طرف	اور حزن زمانِ ماضی کی طرف
۶۷	۶	مذکورہ ہے	مذکورہ سے	//	۲۴	غفظ	لفظ
۶۸	۲۲	اوسری	دوسری	//	۲۵	بوتے	بولتے
۷۰	۱۰	نظر آماہے	نظر آتا ہے	۷۶	۲۲	کمتی	کنی
//	۱۴	موجوات	موجودات	۷۷	۲	اوامر دطاعت	اوامر و طاعت
۷۱	۱۰	مفیق	مضیق	۷۸	۵	اوریس	اور لبس
//	۱۳	شتہود	شہود	//	۶	فی الحقیقتہ	فِی الحقیقۃ
//	۱۵	موتی	ہوتی	//	۲۱	ہومن	مومن
//	۲۶	شاہد ومشہود	شاہد مشہود	۸۰	۷	بدایت	ہدایت
۷۱	۱۷	خال	حال	۹۱	۱۲	جاتے	جائے
//	۲۰	علم وقیام	علم قیام	۱۰۰	۴	خامی	خامی
۷۱	۵	خبوب	محبوب	۱۰۸	۲۶	لمغضتنا	لبغضتنا
//	۱۶	خزن	حزن	۱۱۰	۱۴	اُسکے	اُس سے
۱	۱۸	نہ خوف ہوتانہ حزن	نہ خوف ہوتا ہے نہ حزن	۱۱۹	۵	اسأل اللہ	اسأ اللہ
۷	۲۰	خط	حظ				

Scanned by CamScanner

مقدمہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے گذارش ہے کہ آجکل تصوف کے متعلق بہت افراط و تفریط ہو رہی ہے۔ بعض لوگ شرع کی پابندی کو ضروری نہیں جانتے اور وظیفے پڑھے جاتے ہیں بعض لوگ دنیوی ضروری کاروبار کو ترک کرکے صرف درویشی کو اختیار کر لیتے ہیں اور بعض لوگ اخلاق حسنہ سے آراستہ ہونے کا خیال نہیں کرتے محض ذکر شغل میں رہتے ہیں اور بعض لوگ محض ظاہری علم فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ پڑھکر خود کو کامل سمجھتے ہیں اور اصلاح باطن کی طرف رجوع نہیں کرتے اور بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ تصوف کیا ہے اور اسکی تحصیل کا کیا طریقہ ہے اور اسکی کیا ضرورت اور کیا فائدہ ہے اسلئے ناچیز نے یہ رسالہ شرح حکم۔ حاشیہ خمیدہ بہیہ۔ المنح العلیہ مصباح الھدایۃ ترجمہ عوارف المعارف۔ احیاء العلوم۔ القول الجمیل۔ شفاء العلیل۔ تعلیم الدین۔ ضیاء القلوب۔ اظہار الاسرار وغیرہ کتابوں سے مسائل و مضامین اخذ کرکے لکھا ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ دینی مدارس میں تصوف کی کوئی کتاب درس میں نہیں رکھی گئی ہے۔ حالانکہ تصوف دین کا بہت بڑا جز ہے تصوف سے توحید کامل ہوتی ہے۔ اخلاق درست ہوتے ہیں اصلاح باطن ہوتی ہے اور اسی کو نہیں پڑھایا جاتا بہت بڑا افسوس ہے دینی درسگاہوں کے تعلیمی نصاب میں ضرور ایک تصوف کی کتاب ہونی چاہئے۔ البتہ بعض مسائل تصوف کے باریک اور پیچیدہ ہوتے ہیں انکو صحیح طور سے نہ سمجھنے سے کفر کی نوبت آتی ہے۔ اس رسالہ میں تصوف کے مسائل حتی الامکان عام فہم اور آسان کردئے گئے ہیں تاہم جس جگہ سمجھ میں نہ آئے کسی عالم صوفی سے دریافت کر لیا جائے۔ اور اگر بطور درس کے اس رسالے کو پڑھا جائے تو بہتر ہے اس رسالے کے پڑھنے سے تصوف کا علم تو حاصل ہوگا مگر صرف علم سے کام نہیں چلتا جب تک کہ حالی نہ ہو مصرع قال را بگذار و مرد حال شو۔ اسلئے کسی صاحب حال کی صحبت و خدمت ضروری ہے بغیر اسکے حال پیدا ہونا عادتاً دشوار ہے۔ تقاضائے بشریت سے جو کچھ فرو گذاشتیں و لغزشیں ہوئی ہوں انکو درگذر کرکے اصلاح کریں اور دعائے خیر کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس رسالے کے ذریعہ سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور مجھے اور پڑھنے والے اور سننے والوں کو بزرگوں کے فیض سے مشرف کرے اور زمرۂ صوفیہ صافیہ و اولیاء کاملین میں اٹھائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین آمین۔

ناچیز محمد ابراہیم غفرلہ ولوالدیہ ولسائر المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات بانگرول کاٹھیاواڑ
(سوراشٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

سبب تالیف

اما بعد ناچیز محمد ابراہیم غفرلہ ولوالدیہ ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ فی زمانہ تصوف کی حقیقت کو بہت لوگ نہیں جانتے اور صوفی اور بزرگ اور ولی کون ہے اس سے اکثر آدمی غافل ہیں اس لئے اس کتاب میں تصوف کی حقیقت وغایت اور تحصیل کا طریقہ درج کیا جاتا ہے۔

فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ط

باب اوّل

تمہید

غلطی عوام

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جو شخص چند روز تک بھوکا رہے پیاسا رہے چپ رہے کسی سے نہ بولے گھر بار ترک کرے وہ ولی ہے۔ بعض سمجھتے ہیں کہ جس آدمی سے کوئی کرشمہ یا خرق عادت کا ظہور ہو وہ پہنچا ہوا ہے۔ بعض سمجھتے ہیں کہ جو شخص غیب کی باتیں بتاوے یا بڑ مارا کرے وہ بزرگ ہے حالانکہ یہ سب باتیں غلط وبے دلیل وباطل ہیں۔

ولی کون ہے

ولی اور پہنچا ہوا اور بزرگ وہ ہے جو متقی ہو پرہیزگار ہو پابند شریعت ہو اگرچہ اُس سے کوئی کرشمہ یا خرق عادت کا ظہور نہ ہوتا ہو۔ اگرچہ وہ کئی روز تک بھوکا پیاسا نہ رہتا ہو اگرچہ وہ غیب کی باتیں نہ بتاتا ہو بغیر پابندی شریعت کے کوئی کبھی ولی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ کوئی کتنا ہی کرشمہ دکھائے مگر وہ جب تک کہ پابند شریعت کا نہیں ہے ولی نہیں ہے۔

دجّال

حدیث شریف میں ہے کہ دجّال کے نکلنے سے تین سال پہلے یہ حال ہوگا کہ پہلے سال ایک تہائی بارش نہیں ہوگی اور ایک تہائی پیداوار کم ہوگی دوسرے سال آدھی بارش نہیں ہوگی۔ اور آدھی پیداوار نہیں ہوگی اور تیسرے سال بالکل بارش نہیں ہوگی ایسے وقت میں دجّال نکلے گا اور عجائب و غرائب دکھائے گا۔ آسمان سے کہے گا کہ تو اپنا خزانہ نکال وہ اپنا خزانہ نکال باہر کرے گا مردے کو زندہ کرے گا۔ بنجر اجاڑ ویران زمین کو سرسبز و شاداب کر دکھائے گا وغیرہ بہت سے کرشمے دکھائے گا۔ حالانکہ وہ کافر دجّال ہے۔ جس سے حدیث شریف میں پناہ مانگنے کی دعا وارد ہے

استدراج کرامت معجزہ

کفار و فساق سے جو خرق عادت ظاہر ہو وہ استدراج ہے اور اولیاء اللہ سے جو ظاہر ہو وہ کرامت ہے اور انبیاء علیہم السلام سے جو ظاہر ہو وہ معجزہ ہے۔ اسلیے خرق عادات پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے اور اُس کو علامت ولایت و بزرگی کی نہ سمجھنا چاہیئے اگر کوئی شخص ہوا میں اُڑتا ہو یا آگ میں نہ جلتا ہو یا پانی میں نہ ڈوبتا ہو مگر پابند شریعت کا نہ ہو اُس کو ہرگز ولی یا بزرگ نہ سمجھو۔

استقامت

کرامت سے بڑھ کر استقامت ہے شریعت نبوی و احکام خداوندی پر مستقل و مستقیم رہنا اور طریق نبوی و سنت نبوی پر قائم و دائم رہنا یہ استقامت ہے اور ولایت کی علامت ہے۔

شریعت طریقت حقیقت معرفت

لفظ شریعت کے دو معنی ہیں۔ ایک عام دوسرا خاص۔ عام معنی یہ ہیں کہ وہ تمام دینی باتیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائیں مثلاً عقائد اعمال اخلاق اوامر نواہی عبادات معاملات نیات اذکار اسرار رخصت عزیمت۔ تخلیہ۔ تحلیہ۔ ادعیہ۔ اخلاص وغیرہ۔ شریعت کے اس معنی میں طریقت حقیقت۔ معرفت سب داخل ہے اور شریعت کے خاص معنی یہ ہیں کہ صرف وہ دینی باتیں جو اعضاء وجوارح سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً نماز روزہ حج زکوٰۃ۔ نکاح۔ طلاق وغیرہ اس کا بیان کتب فقہ میں ہوتا ہے۔ اور شریعت اس خاص معنی کو لے کر طریقت وحقیقت ومعرفت سے جدی ومقابل ہے مگر مخالف نہیں۔ طریقت اُسکو کہتے ہیں جسکا تعلق اخلاق۔ نیات آداب عبادات بروجہ عزیمت وغیرہ سے ہو اور حقیقت اسکو کہتے ہیں جسکا تعلق اخلاص عین الیقین حق الیقین مشاہدہ اور استغراق وغیرہ سے ہو۔ اور معرفت اسکو کہتے ہیں جسکا تعلق مکاشفہ کیفیت توحید ومعیت وقربت واسرار محبت وغیرہ سے ہو۔ طریقت وحقیقت ومعرفت یہ تینوں چیزیں شریعت بالمعنی الاول کا جزء ہیں اور تینوں چیزیں شریعت بالمعنی الثانی کے مخالف نہیں مخالف سمجھنا بے دینی والحاد وکفر ہے۔

ظاہر بدن باطن بدن

انسان کا ایک ظاہر بدن ہے اور ایک باطن بدن۔ ظاہر بدن یعنی اعضاء باطن بدن یعنی قلب۔ بعض احکام ظاہر بدن کے ساتھ متعلق ہیں اور بعض باطن بدن کے ساتھ۔ ظاہر بدن کے ساتھ جو احکام متعلق ہیں اُن کی دو قسم ہیں ایک قسم کرنے کے کام مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ دوسری قسم نہیں کرنے کے کام جیسے زنا چوری۔ شراب خواری وغیرہ اسی طرح باطن بدن کے ساتھ دو قسم کے احکام متعلق ہیں ایک قسم کرنے کے کام جیسے رضا۔ تفویض۔ توکل۔ تسلیم۔ صبر۔ شکر وغیرہ۔ دوسری قسم نہیں کرنے کے کام جیسے ریا حسد بغض کینہ نفاق وغیرہ۔ ظاہر بدن کے ساتھ جو احکام کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ہیں ان کے جاننے کو علم فقہ کہتے ہیں اور باطن بدن کے ساتھ جو احکام کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ہیں اُن کے جاننے کو علم تصوف کہتے ہیں۔ پس فقہ ظاہر بدن کے احکام کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور تصوف باطن بدن کے احکام کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ فقہ کے ساتھ تصوف بھی حاصل کرنا ضروری ہے اور

تصوف کیساتھ فقہ بھی حاصل کرنا لابدی ہے۔ تصوف بغیر فقہ کے بے دینی ہے اور فقہ بغیر تصوف کے فسق ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ من تصوف و لم یتفقہ فقد تزندق ومن تفقہ و لم یتصوف فقد تفسّق ومن تصوّف وتفقّہ فقد تحقّق۔

ترجمہ۔ جسنے تصوف حاصل کیا اور فقہ حاصل نہیں کیا وہ زندیق بے دین ہوا اور جس نے فقہ حاصل کیا تصوف حاصل نہیں کیا وہ فسق میں پڑا اور جس نے تصوف و فقہ دونوں کو حاصل کیا اُس نے ٹھیک کیا۔

تخلیہ اور تحلیہ

بدن میں دل بادشاہ ہے اور اعضا رعیت ہیں بادشاہ درست تو رعیت درست اور بادشاہ خراب تو رعیت خراب فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے بدن میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو گیا تو تمام بدن درست ہوگیا اور اگر وہ بگڑ گیا تو تمام بدن بگڑ گیا آگاہ ہو جاؤ کہ وہ قلب ہے اسلئے قلب کی اصلاح مقدم ہے لہذا قلب کو صفات رذیلہ سے خالی کرنا اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

قلب کو خالی کرنا صفات رذیلہ سے اُسکو تخلیہ کہتے ہیں اور قلب کو آراستہ کرنا اوصاف حمیدہ سے اُسکو تحلیہ کہتے ہیں۔ کسی بزرگ نے تخلیہ و تحلیہ کو اشعار ذیل میں بیان کیا ہے۔

تخلیہ

خواہی کہ شود دلِ تو چو آئینہ۔ دہ چیز بروں کُن از درون سینہ
اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل آئینہ جیسا ہو۔ تو دس چیز سینے کے اندر سے نکالدے
حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت۔ بخل و حسد و ریا و تکبر و کینہ
لالچ باطل آرزو غصہ جھوٹ غیبت۔ کنجوسی حسد ریا تکبر اور کینہ

تحلیہ

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم۔ دہ چیز بہ نفس خویش فرما تعلیم
اگر تو چاہتا ہے کہ منزل قرب میں مقیم ہو۔ تو اپنے نفس کو دو چیزوں کی تعلیم دے
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین۔ تفویض و توکل و رضا و تسلیم
صبر و شکر قناعت علم یقین۔ تفویض توکل رضا اور تسلیم

قلب و نفس کی جنگ

آدمی کے بدن میں ایک بادشاہ دل ہے اور دوسرا بادشاہ نفس ہے۔ جیسے بادشاہوں کا کوئی مقصود ہوتا ہے جسکے لئے وہ لڑتے ہیں اور لشکر ہوتا ہے۔ جسکے ذریعے سے وہ لڑتے ہیں اسی طرح بادشاہ دل کا مقصود قرب خداوندی و رضائے الٰہی ہے اور بادشاہ نفس کا مقصود شہوات فانی ولذات نفسانی ہے اور دل کا لشکر انوار ریاضت وطاعات ہے اور نفس کا لشکر ظلمات معصیت و منکرات ہے۔ آدمی کے بدن میں ہمیشہ ان دو بادشاہوں کی لڑائی ہوتی رہتی ہے اور دونوں اپنی اپنی فوجیں لاکر کھڑی کرتے ہیں اور زبردست جنگ ہوتی ہے۔ کامیابی کے لئے سوائے اسکے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے اور اس سے مدد طلب کی جائے کوئی چارہ نہیں ہے جب اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قلب کے لشکر کی مدد کرے اور نفس کے لشکر کو ہٹاوے تب ہی قلب کی فتح ہو سکتی ہے ورنہ نہیں اسلئے ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیئے اور اس کی پناہ پکڑنی چاہیئے۔ اور اس پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

تین قوتیں

آدمی میں تین قوتیں اصل ہیں۔ قوت شہویہ۔ قوت غضبیہ۔ قوت وہمیہ جتنی برائیاں عالم میں انسان سے سرزد ہوتی ہیں وہ سب ان ہی تین قوتوں کے ذریعہ سے ہوتی ہیں۔ قوت شہویہ کے افراط سے زنا۔ لواطت وغیرہ بے حیائیاں اور فحش کام ہوتے ہیں اور قوت غضبیہ کے افراط جوش سے گالی دینا۔ مارنا۔ پیٹنا قتل کرنا وغیرہ ہوتا ہے اور قوت وہمیہ کے افراط تصرف سے تکبر عجب فاسد خیالات پیدا ہوتے ہیں ان تینوں قوت پر ایک اور قوت حاکم ہے وہ قوت عقلیہ ہے عقل مانند بینائی کے ہے اور نور شریعت مثل نور آفتاب کے ہے۔ جس طرح صرف بینائی کے بغیر نور آفتاب وغیرہ کے نہیں دیکھ سکتی اسی طرح محض عقل بغیر نور شریعت کے نہیں دیکھ سکتی۔ عقل اسی وقت چیزوں کو صحیح طور سے معلوم کر سکتی ہے جبکہ نور شریعت اس کے ساتھ شامل ہو اسلئے عقل کو پہلے نور شریعت سے منور کر کے تینوں قوتوں پر اسے حاکم بنانا ہے اور وہ حاکم تینوں قوتوں کو اپنے زیر فرمان کر کے ان سے کام لے تو تینوں قوتوں سے درست کام سرزد ہوگا اور برائی کا ارتکاب نہ ہوگا۔ اور اگر عقل کو نور شریعت سے منور نہ کیا یا منور تو کیا مگر

عقل کو تینوں قوتوں پر حاکم نہ کیا بلکہ اپنی قوتوں کو عقل پر حاکم کیا اور عقل کو ان قوتوں کے حکم کے بموجب چلایا تو ان قوتوں سے ناجائز کام سرزد ہوں گے اور آدمی معاصی و منکرات میں مبتلا ہو جائے گا

نفس کو پاک کرنے کا طریقہ

نفس کو پاک کرے اور اسکو قابو میں لائے اور معاصی و منکرات سے بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اولاً عقل کو نور شریعت سے منور کرے پھر اُس عقل کو ان تینوں قوتوں پر حاکم کرے اور ان تینوں سے اس عقل کے حکم کے مطابق کام لے۔

نفس مثل شتر مرغ کے ہے

نفس حیلے بہانے بہت کرتا ہے مثل شتر مرغ کے ہے اگر اس سے کہا جائے کے اُڑ تو وہ کہتا ہے میں پرندہ نہیں ہوں اونٹ ہوں کیسے اُڑوں۔ پھر اگر اُس سے کہا جائے کہ اچھا تو اونٹ ہے تو بوجھ اُٹھا تو وہ کہتا ہے کہ میں اونٹ نہیں ہوں پرندہ ہوں بوجھ کس طرح اُٹھاؤں اس لیے نفس کے داؤ پیچ اور حیلوں بہانوں سے واقف رہنا چاہیئے۔

اقسام نفس

نفس تین قسم کا ہے اماّرہ^۱ لوّامہ^۲ مطمئنہ^۳ جو نفس بُرائی کا حکم دے اور معصیت پر ندامت نہ کرے وہ امارہ ہے اور جو نفس برائی کرے اور پھر نادم ہو وہ لوامہ ہے اور جو نفس طاعت میں قرار پکڑے وہ مطمئنہ ہے۔ ریاضت و مجاہدہ پابندی سنّت کے ساتھ کرنے سے نفس مطمئنہ بن جاتا ہے جیسے جنگلی گھوڑا کہ اُسکو بھوکا رکھ کر مار کر سدھانے سے سدھ جاتا ہے۔ نفس سے کام بھی لینا چاہیئے اور اسکا حق بھی ادا کرنا چاہیئے اور اسکو غذا بھی پہنچانا چاہیئے اتنی زیادہ غذا بھی نہ دینا چاہیئے کہ لاغر و بیکار ہو جائے۔

شیاطین الانس والجن

آدمی کے ساتھ شیاطین الانس والجن لگے ہوئے ہیں جو آدمی کے دل میں برائی کا وسوسہ ڈالتے ہیں اور بہکاتے رہتے ہیں۔ شعر

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست۔ پس بہر دستے نباید داد دست

اے مخاطب بہت سے ابلیس آدمی کی صورتیں ہیں۔ پس ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا چاہیئے تفسیر عزیزی سورۃ الناس صفحہ ۵ میں وسوسہ شیطانی کے تین علاج لکھے ہیں۔

علاج وسوسہ شیطانی

پہلا یہ کہ اسکے مکر و حیلوں کو پہچاننا اسواسطے کہ جب کسی کو معلوم ہوا کہ یہ عمل شیطانی ہے تو اسکا زور گھٹ جاتا ہے اور اُسکی برائی کم ہو جاتی ہے جیسے چور کہ جب گھر والوں کو جاگتا پاتا ہے تو بھاگتا ہے اور جیسے مکار فریبی آدمی کہ جب کسی کو پاتا ہے کہ یہ میرے مکر و فریب سے خوب واقف ہے تو اُس سے ناامید ہوتا ہے۔

دوسرا یہ کہ اسکے وسوسوں کو سہل جاننا اور اُس کی طرف ہرگز التفات نہ کرنا اس صورت میں بھی اسکا شر کم ہو جاتا ہے جیسے کُتا بھونکتا ہوا کہ جسقدر اُس کیطرف التفات کیجئے بھونکنا اُسکا زیادہ ہوگا اور اگر کچھ بھی نہ بولئے تو آپ ہی آپ چپ رہیگا۔

تیسرا یہ کہ ذکر قلبی اور لسانی پر ہمیشگی کرنا اور بڑی صفتوں سے جیسے شہوت اور غضب ہے اپنے دل کو پاک رکھنا اسواسطے کہ شہوت اور غضب کے غلبہ کی حالت میں ذکر کا اثر دل کے کناروں کی طرف بھاگ جاتا ہے اور شیطانی وسواس بیچ دلمیں آتا ہے اور اپنا کام کر جاتا ہے۔

خطرہ و الہام

جسطرح شیطان آدمی کے دلمیں بُرے خیالات ڈالتا ہے اسطرح فرشتہ دلمیں اچھے خیالات ڈالتا ہے پھر آدمی مختار ہے چاہے شیطان کی پیروی کرے چاہے فرشتہ کی چنانچہ تفسیر حقانی سورۃ الناس ص۳۱۲ میں ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کا بھی آدم کے دل پر گذر ہوتا ہے اور فرشتہ کا بھی شیطان کے گزرنے سے شر پر آمادگی اور حق کی تکذیب پر تحریک ہوتی ہے اور فرشتے کے گزرنے سے نیک کام کرنے اور حق کی تصدیق کرنے کی تحریک ہوتی ہے پھر جسکو یہ بات نصیب ہو تو اللہ کا شکر کرے اور جسکو پہلی بات پیدا ہو تو شیطان مردود سے پناہ مانگے۔ (رواہ الترمذی)

اور یہ ممکن ہے کسلئے کہ فرشتہ اور اُسی طرح شیطان جسم لطیف رکھتا ہے سو انکا انسان کے مجاری دم میں مداخلت کرنا کچھ بھی مشکل نہیں اور اسی لئے دل پر دریا کی طرح موجیں اُٹھا کرتی ہیں کبھی نیکی کی طرف اور کبھی بدی کی طرف دل میں از خود خواہش پیدا ہوتی ہے تو اُسکا محرک نیک کاموں میں فرشتہ کا الہام ہوتا ہے اور بد کاموں میں خطرہ شیطانی ہوتا ہے پھر جو اس خطرہ شیطانی پر جم گیا برباد ہوا۔

قصد و عزم

آدمی کے دل میں بدکام کا وسوسہ آوے بلکہ اگر آدمی بدکام کا قصد بھی کرلے تب بھی وہ شریعت میں گناہ نہیں ہے اور اگر بدکام کے قصد پر عزم مستحکم ہو جائے یعنی اُسکا کرنا بے تردّد دل میں خوب جم جاوے تو اُسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عزم مصمم کرنے کے بعد اس بدکام کو خوف الٰہی سے عمل میں نہ لاوے اور اسپر شرمندہ ہووے تو ایک نیکی لکھی جاوے گی اسواسطے کہ اسنے خدا کیواسطے خواہش نفسانی کو مارا دوسری صورت یہ ہے کہ بدکام کا عزم مصمّم کرنے کے بعد سوائے خوف الٰہی کے کوئی اور مانع کی وجہ سے مجبوراً نہ کرنے پایا تو اُس صورت میں ایک گناہ لکھا جاوے گا مثلاً کسی نے رات کو اپنے دل میں یہ عزم مصمّم کیا کہ میں فلانے شخص کو قتل کرونگا اور وہ شخص اُسی رات کو کہیں چلا گیا تو اُسپر قصد قتل کا گناہ ثابت ہوا۔

اقسام خاطر

آدمی کے دل پر کئی قسم کے خاطر وارد ہوتے ہیں انکی شناخت ضروری ہے خاطر چار قسم پر ہے۔ حقانی۔ ملکی۔ نفسانی۔ شیطانی۔

حقانی وہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ غیب سے اپنے اہل قرب کے دلمیں ڈالتا ہے اور ملکی وہ ہے جو فرشتہ کیجانب سے ہے کہ خیرات وطاعات پر رغبت دلاتا ہے اور معاصی سے روکتا ہے۔ نفسانی وہ ہے جو نفس کیجانب سے ہے کہ تقاضائے حظوظ عاجلہ پر مصر ہوتا ہے اور شیطانی وہ ہے جو شیطان کیجانب سے ہے کہ معاصی ومکارہ کیطرف بلاتا ہے شیطان شروع میں معصیت کیطرف بلاتا ہے لیکن جب اُسمیں کامیاب نہیں ہوتا تو عین طاعت کیطرف مدعو کرتا ہے اسطرح پر کہ قلب کو افراط کیطرف کہ شرعاً ناجائز ہے راغب کرتا ہے جیسا کہ عقد نیت میں مبالغہ اور آب وضو میں اسراف چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ وضو کے لئے شیطان ہے اُسکا نام ولہان ہے وارد اور خاطر میں عموم وخصوص کی نسبت ہے وارد عام ہے اور خاطر خاص ہے ہر خاطر وارد ہے مگر ہر وارد خاطر نہیں جیسے وارد حزن وسرور وقبض وبسط خاطر حقانی وملکی میں فرق یہ ہے کہ خاطر حقانی کیلئے کوئی خاطر معارض نہیں ہوتا ہے۔ اور جملہ اجزائے وجود منقاد ہو جاتے ہیں اور خاطر ملکی کے رہتے ہیں خاطر نفسانی معارض نہیں ہوتا تقاضائے مطلوب پر الحاح کئے جاتا ہے جب تک کہ مراد کو نہ پہنچے اگرچہ برسوں گذر جائیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے توفیق عطا فرمائے اور اس سے بچائے اور خاطر شیطانی نور ذکر سے منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر ایک طرف سے پھر کر دوسری

طرف آتا ہے اور چاہتا ہے کہ آدمی کو کسی نہ کسی معصیت میں مبتلا کرے۔

باب دوم
کائنات عالم

کائنات کا وجود

کائنات و موجودات کا وجود موہوم و مجازی، ظلی و نمودی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا وجود اصلی و حقیقی ہے کائنات باعتبار اپنی ذات کے معدوم ہے اور باعتبار اسمیں تجلی ذات باری تعالےٰ کے موجود ہے آئینہ میں دیکھنے والے کیصورت کا وجود جسطرح ظلی و نمودی ہے نہ آئینہ میں داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے اسطرح کائنات کا وجود ظلی و نمودی ہے ذات باری تعالیٰ میں نہ داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کائنات و مخلوقات کو ظلی وجود کے ساتھ پیدا کیا ہے کائنات اپنے حدوث و بقا میں باری تعالیٰ کی ہر وقت محتاج ہے۔ کائنات میں جو صفات ہیں وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات کا ظل ہیں۔ کائنات کی کوئی شئے قلیل و کثیر نیک و بد پاک و ناپاک اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود میں خلل و نقصان یا کمی و زیادتی یا ناپاکی و گندگی یا تغیر و تبدل نہیں کر سکتی اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود کو کوئی شئے حائل یا حاجب نہیں ہو سکتی اور یہ بات اُسی وقت ہو سکتی ہے کہ جب کائنات کے وجود کو موہوم مجازی و ظلی نمودی مثل آئینہ میں صورت کے قرار دیا جائے اگر کائنات کا وجود بھی اصلی و حقیقی ہو تو پھر خدائے تعالیٰ کے وجود میں کائنات کا وجود حائل و حاجب ہو کر خلل انداز ہوگا اور دو خدا کا ہونا لازم آئیگا اسلیئے کائنات کا وجود ظلی و نمودی ہے اصلی و حقیقی نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کائنات و مخلوقات کو ظلی وجود کے مرتبے میں اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے۔

ظہور کائنات کی مثال

فتاوٰی عزیزی ج ۱ ص ۱۵۴ میں ہے۔

مثال ظہور کائنات از حق سبحانہ و تعالیٰ و للہ المثل الاعلیٰ من کل ما یفہم دیدری ظہور

صور در آئینہ است ا گ۔

ترجمہ: کائنات کے ظہور کی مثال حق سبحانہ وتعالیٰ سے مثل ظہور صورتوں کے ہے آئینہ میں اور اللہ تعالیٰ کی صفت برتر ہے ہر اس چیز سے جو سمجھی جائے اور جانی جائے

اشعار شیخ سعدی رحمت اللہ تعالیٰ

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وھم

اے ذات باری تعالیٰ تو خیال و قیاس اور گمان اور وہم سے برتر ہے

وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

اور جو کچھ لوگوں نے کہا اور ہم نے سُنا اور ہم نے پڑھا اس سے تو برتر ہے

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر

دفتر ختم ہوا اور عمر انتہا کو پہنچی

ما ہمچناں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

ہم ایسے ہی تیری پہلی تعریف میں رہے ہیں

اور حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ تعالیٰ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

چشم بینا ہر کہ دارد در جہاں
جس کی آنکھ روشن ہے دنیا میں

از پس ہر ذرہ حق بیند عیاں
ہر ذرے کے پیچھے وہ اللہ کو دیکھتا ہے

ہر کہ او در صورتِ ہر خیر و شر
جو شخص کہ ہر نیک و بد کی صورت میں

دوست بیند او بود صاحب ہنر
دوست یعنی اللہ کو دیکھتا ہے وہی ہنرمند ہے

شد جہاں آئینہ رخسار دوست
دُنیا آئینہ ہے دوست کے چہرہ کا

ہر دو عالم در حقیقت عکس اوست
دونوں جہان حقیقت میں دوست کا عکس ہے

شرح حکم صفحہ ۱۵ میں ہے۔

(والکون) ای المکونات ای الموجودات باسرھا (کلہ ظلمۃ) ای عدم محض لا وجود لہ فی نظر ارباب الشھود (وانما انارہ) ای اوجدہ (ظھور الحق) ای اللہ (فیہ) کظھور الشمس فی الکوۃ ذات الزجاج فلیس ھناک الا وجود واحد وھو وجود الحق ط

ترجمہ:۔ کائنات اور موجودات تمام کی تمام ظلمت اور اندھیری ہے ارباب شہود کے نزدیک اسکا کوئی وجود نہیں ہے بیشک اسکو روشن و پیدا کیا ظہور حق نے اسکے

اندر مثل ظہور آفتاب کے آئینہ میں۔ پس وجود صرف ایک ہی ہے اور وہ وجود حق سبحانہ ہے۔ اور شرح حکم ج ا صد ۹۲ میں ہے۔

فوجودھا انما ھو بطریق العاریۃ وظھور الحق فیھا کظھور الشمس فی الکوۃ ذات الزجاج والا فھی فی ذاتھا عدم محض لا وجود لھا فی ذاتھا

ترجمہ:۔ موجودات کا وجود بطریق عاریت کے اور بطریق اسمیں ظہور حق کے ہے۔ مثل ظہور آفتاب کے آئینہ میں ورنہ یہ موجودات فی ذاتھا۔ عدم محض ہیں انکا فی ذاتھا کوئی وجود نہیں ہے۔ اور شرح حکم صد ۱۲ میں ہے۔

کل شیئ سواہ عدم لا وجود لہ علی التحقیق فلیس ثم شئ یحجبہ اذ الوجود الحقیقی کلہ لہ

ترجمہ:۔ سوائے باریتعالی کے کل شیئ معدوم ہے اور کسی شیئ کا حقیقی وجود نہیں ہے پس کوئی چیز نہیں ہے جو اللہ تعالے کو حاجب ہو اسلیئے کہ وجود حقیقی صرف اسی اللہ تعالے کے لیئے ہے۔ اور شرح حکم صد ۱۶ میں ہے۔

فالکون بالنظر الی ذاتہ عدم مظلم و باعتبار تجلی نور الحق علیہ وظھورہ فیہ وجود مستنیر

ترجمہ:۔ پس کائنات باعتبار اپنی ذات کے معدوم و اندھیرا ہے اور باعتبار اس پر نور حق کی تجلی کے اور باعتبار اسکے ظہور کے اس میں موجود و روشن ہے۔

اور صد ۹۲ میں ہے

لا موجود سوی اللہ تعالی علی التحقیق وان وجود ما سواہ انما ھو وھم مجرد

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا وجود حقیقی نہیں ہے۔ اور اسکے ما سوا کا وجود محض وہم ہے۔ (یعنی خیالی و ظلی و نموودی ہے مثل صورت کے آئینہ میں) اور صد ۹۳ میں ہے (الاکوان) من حیث ذاتھا عدم محض وانما ھی ثابتۃ باثباتہ ای انما حصل لھا وصف الثبوت والتحقق باثبات اللہ لھا ای ظھورہ فیھا فالثبوت لھا امر عرضی ولا ثبت حقیقۃ الا ھو

ترجمہ:۔ اکوان یعنی عالم کی تمام اشیاء اپنی ذات سے عدم محض ہیں اور وہ صرف اسی پروردگار کے موجود کرنے سے موجود ہیں انکو وجود اور ثبوت اللہ تعالے کے دینے سے حاصل ہوا ہے یعنی اللہ تعالے کا ان میں ظہور ہونے کی وجہ سے پس اشیاء کا وجود امر عرضی ہے اور در حقیقت سوائے اللہ تعالے سبحانہ کے کوئی شئے ثابت و موجود نہیں ہے۔ مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم ج ۴ صد ۲۰۹ میں امام غزالی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"موجود سوا خدائے تعالےٰ اور اسکی صفات و افعال کے اور کچھ نہیں"

اور صفحہ ۹۷ میں فرماتے ہیں کہ

"موجود حقیقی وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور جسکو کہ بذات خود قیام ہی نہ ہو وہ بذات خود موجود بھی نہ ہوگا اور از آنجا کہ اسکا قیام غیر سے ہے تو اسکا وجود بھی غیر سے ہوگا یہاں تک کہ اگر صرف اسی ذات پر لحاظ کریں اور غیر کا دھیان نہ کریں اسکو وجود یقیناً نہ ہوگا کیونکہ وجود تو وہی ہے جسکو اپنی ذات سے قیام ہے اور قائم بالذات اسکو کہتے ہیں کہ اگر اس کے غیر کو معدوم فرض کیا جاوے تو اسکے وجود میں کسی طرح کا خلل نہ آوے وہ بدستور قائم رہے پھر اگر اس طرح کا موجود قائم بالذات اپنے وجود اور اپنے غیر کے وجود کو قائم رکھتا ہے تو اسکو قیوم کہتے ہیں۔ اور قیوم سوائے ذات یکتا کے اور کوئی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوائے حی قیوم کے اور کوئی موجود حقیقۃً نہیں"۔

تفسیر تبصیر الرحمٰن تصنیف الامام الکامل المحقق المدقق الہمام الشیخ العلامۃ علی المہائمی قدس اللہ روحہ و نور ضریحہ میں پارہ ۳ آیت۔ شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو کے تحت لکھا ہے۔

لا موجود حقیقی سوی ذاتہ فوجودات الاشیاء ظلال وجودہ و صفات کمالہا ظلال صفاتہ وافعالہا آثار ارادتہ و قدرتہ

ترجمہ:- سوائے ذات حق سبحانہ کے کوئی موجود حقیقی نہیں ہے پس اشیاء کے وجود اسکے وجود کے ظل ہیں۔ اور اشیاء کی صفات کاملہ اسکی صفات کی ظل ہیں۔ اور اشیاء کے افعال اسکے ارادہ و قدرت کے آثار ہیں۔

اردو تفسیر فتح العزیز سورۃ الناس صفحہ ۵۰۵ میں ہے۔

وجود اور حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور شنوائی اور بینائی اور گویائی یہ سب حضرت الوہیت کے صفتوں کا پرتو ہے۔

تفسیر قادری سورۃ النساء صفحہ ۱۹۹ سے اشعار ذیل منقول ہیں۔

دمے بے حق زدن محض گناہ است ۔ بخود مشغول گشتن کفر راہ است

ایک سانس بھی بے یادِ حق گزارنا محض گناہ ہے ۔ اپنے تئیں مشغول ہونا طریقت کا کفر ہے

ترا ہر دم کشد پندار ہستی | سوئے ظلمت سرائے خود پرستی
اپنی ہستی کا گمان تجھ کو ہر گھڑی کھینچتا ہے | خود پرستی کی ظلمت سرا کی طرف
خودی کفر است اگر خواہش کن زود | کہ جز حق در حقیقت نیست موجود
خودی کفر ہے اپنی ہستی کے گمان کو دور کر | کہ سوائے حق کے حقیقت میں کوئی موجود نہیں ہے

مرشدوں کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ نے ضیاء القلوب صفحہ ۳۸ میں ایک مراقبہ لکھا ہے کہ بعض صوفی صرف خاموش بیٹھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ میں نہیں ہوں مگر وہی ہے اگر اس معنی میں خوض کامل کرے تو میں اور تو دل سے نکل جاوے اور یہ راہ بہت قریب ہے۔

کائنات مظہر ہے

کائنات و موجودات اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے ہر چیز میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہے بطور عکس کے مثل ظہور صورتوں کے آئینے میں فنا دہی عزیزی صفحہ ۲۸ میں ہے در ہر چیز ظہور صفات اوست مثل ظہور صور رائی در مرآت۔

ترجمہ:۔ ہر چیز میں اللہ تبارک و تعالےٰ کی صفات کا ظہور ہے مثل ظہور دیکھنے والے کی صورت کے آئینہ میں۔

جسطرح آئینہ میں صورت نہ عین ہے نہ غیر ہے دیکھنے والے کے اعتبار سے اس طرح مظہر (مخلوق) نہ عین ہے نہ غیر ہے ظاہر (خالق) کے اعتبار سے۔ جیسے صورت اپنے ظہور و بقا میں دیکھنے والے کی محتاج ہے ایسے ہی مظہر اپنے ظہور و بقا میں ظاہر کا محتاج ہے جیسے صورت جزء نہیں ہے دیکھنے والے کا ایسے ہی مظہر جزء نہیں ہے ظاہر کا جیسے صورت کا وجود وہمی و خیالی ہے ایسے ہی مظہر کا وجود وہمی و خیالی ہے جیسے آئینہ محیط ہے صورت کو اور صورت آئینہ میں نہ داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے ایسے ہی ظاہر محیط ہے مظہر کو اور مظہر ظاہر میں نہ داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے یہ مثالیں محض تفہیم کیلئے لکھی گئی ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ ترجمہ:۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مثل کوئی نہیں ہے۔ واللہ المثل الاعلیٰ من کل ما یفھم و یدری۔ اللہ تعالےٰ کی صفت برتر ہے ہر اس چیز سے جو سمجھی جائے اور جانی جائے۔

زندوں میں اُسکے مُحیی (زندہ کرنے والا) ہونے کی صفت کا ظہور ہے۔
مردوں میں اُسکے مُمیت (مارنے والا) ہونے کی صفت کا ظہور ہے۔
اہل عزت میں اُسکے مُعِزّ (عزت دینے والا) ہونے کی صفت کا ظہور ہے۔
اہل ذلت میں اُسکے مُذِلّ (ذلت دینے والا) ہونے کی صفت کا ظہور ہے۔
اہل غنار میں اُسکے مُغنی (غنی کرنے والا) ہونے کی صفت کا ظہور ہے۔
اسی طرح اوروں کو بھی سمجھ لو۔ شعر

بچشمان دل مبیں جز دوست • ہر چہ بینی بداں کہ مظہر اوست
دل کی آنکھوں سے دوست کے سوا مت دیکھ • جو کچھ تو دیکھے جان لے کہ اُسی کا مظہر ہے

مرشدوں کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کے اشعار۔
بند کر آنکھوں کو کر دل سے نظر • ہے وہی محبوب ہر جا جلوہ گر
غیر ہی کب ہے وہ ہے محبوب یار • اول و آخر نہاں و آشکار

اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ رسالہ وحدۃ الوجود فارسی میں لکھتے ہیں جسکا ترجمہ و حاصل مطلب یہ ہے کہ۔

نسبت در بیان عبد و رب

عبد و رب میں عینیت حقیقی لغوی نہیں ہے اور غیریت حقیقی لغوی بھی نہیں ہے۔ آدمی کے ہر حرکت و سکون اور ہر خوشی و غمی کی ہیئت آئینہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اس اعتبار سے آدمی عین صورت کا ہے یہ عینیت حقیقی اصطلاحی ہے اور اگر آئینہ پر یا صورت پر پتھر ماریں یا نجاست پھینکیں تو آدمی کو تکلیف نہیں ہوتی اور ناپاک نہیں ہوتا۔ آدمی اپنی حالت پر رہتا ہے اس اعتبار سے غیریت حقیقی اصطلاحی ہے پس آدمی و صورت میں عینیت اور غیریت دونوں متحقق ہیں جان لو کہ جو آدمی عبد و رب میں عینیت حقیقی لغوی کا اعتقاد کرے اور غیریت سے بجمیع وجوہ انکار کرے وہ بے دین۔ ملحد۔ زندیق۔ کافر ہے اور اگر خالق و مخلوق میں محض غیریت لغوی کا اعتبار کیا جائے۔ مثل نسبت کلال کے ساتھ ظروف کے تو اس قسم کی غیریت لغوی عبد و رب میں نہیں ہے۔

شعر۔ آدم کو خدا مت کہو آدم خدا نہیں • لیکن خدا کے نور سے آدم جدا نہیں

نہ عین نہ غیر

اخبار الاخیار کا مضمون ہے کہ کاملان محقق اور عارفان مدقق کی معرفت یہ نہیں ہے کہ کثرت کو بالکل نفی کرتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ کثرت حقیقی اور تغایر نفس الامری منفی ہے اور غیریت اعتباری و تغایر صوری مثبت تاکہ وحدت اور کثرت دونوں اپنی حد پر قائم رہیں اور ہر ایک کے احکام و آثار جاری - پس وہ حضرات نہ اثبات عالم کرتے ہیں مثل اثبات اہل ظاہر کے اور نہ نفی عالم کرتے ہیں مثل نفی اہل باطن کے بلکہ اثبات عالم بھی کرتے ہیں اور نفی عالم بھی کرتے ہیں اور نہ عالم کو غیر حق سبحانہ کا کہتے ہیں اور نہ حق سبحانہ کو عالم سے جُدا کہتے ہیں مثل حکمائے متکلمین کے اور نہ عالم کو عین حق سبحانہ کا کہتے ہیں۔ اور نہ حق سبحانہ کو عین عالم کا کہتے ہیں مثل اہل توحید کے بلکہ عالم کو حق سبحانہ کا عین بھی کہتے ہیں اور غیر بھی کہتے ہیں۔ اور حق سبحانہ کو بھی عالم کا عین اور غیر کہتے ہیں۔ پس وہ حضرات وحدت حقیقی اور احدیت معنوی کے مشاہدہ کی نظر سے اہل جمع ہیں اور غیریت اعتباری اور تعدد صوری کے ملاحظہ کی نظر سے اہل فرق ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر حجاب نہیں ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اس پر حجاب نہیں ہے بندے پر بوجہ صفات نفسانیہ مذمومہ کے حجاب ہے اسلئے وہ بندہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا بندہ جب اپنے اندر سے صفات مذمومہ ظاہرہ مثل غیبت کذب، زنا اور باطنہ مثل حسد عجب ریا وغیرہ نکال ڈالے اور تخلیہ و تحلیہ کرے تو دل کی آنکھوں سے بفضل تبارک و تعالیٰ حق سبحانہ کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔ **شعر شیخ سعدی رح**

تعلق حجاب است و بیحاصلی	چو پیوندھا بگسلی واصلی
تعلق حجاب اور بے سود ہے	جب تو تعلقات کو توڑ دے تو تو واصل رہے

اشعار شیخ فریدالدین عطار رح

چو مجرد شد دل از حرص و ہوا	تا خلق گیرد درو نور خدا
جب الگ ہوا دل حرص و خواہش سے	چمکنا شروع ہوتا ہے اسمیں اللہ کا نور
در دل صافی توان دیدن عیاں	آنچہ پنہاں است از خلق جہاں
صاف دل میں کھلم کھلا دیکھ سکتے ہیں	اُس ذات کو جو پوشیدہ ہے مخلوق سے

دل بود مرآت وجہ ذوالجلال — در دل صافی نماید حق تعالیٰ

دل خدا ذوالجلال کی ذات کا آئینہ ہے — صاف دل میں حق تعالیٰ دکھائی دیتا ہے

اشعار

ہر جگہ جلوہ اُسی کا آشکار — کس جگہ پر ہے نہیں موجود یار

چشم باطن ہو اگر روشن تجھے — دیکھ لیوے ہر جگہ حاضر اُسے

دور کر دل سے حجابات اے فقیر — پھر تجھے آوے نظر وہ اے مُنیر

معتقد صوفیہ معتقد جماعت صوفیہ رحمہم اللہ کا یہ ہے کہ خداوند عالم جل جلالہ وعم نوالہ کے لئے اسماء حسنیٰ نا محدود اور صفات جلیلہ غیر معدود ہیں اور ہر اسم دلیل ہے صفت پر اور ہر صفت سبیل ہے معرفت کی اور ہر معرفت شناخت کرنیوالی ہے ربوبیت کی اور ہر ربوبیت طلب کرنیوالی ہے عبودیت کی اور منجملہ ان اسماء الٰہی نامتناہی کے ننانوے ۹۹ نام یا ایک ہزار ایک نام بحسب استعداد فہم و طاقت بشری پردۂ غیب سے صحرائے ظہور میں آئے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ ننانوے ناموں یا ایک ہزار ایک ناموں کے بہت بے شمار نام ہیں ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ اسماء الٰہی صرف انہی ناموں میں منحصر ہیں جو سُنے گئے ہیں اور ہم تک پہنچے ہیں اسلئے کہ بہت نام خزانۂ عزت میں مکنون درج مخزن ہیں اور سوائے عالم الغیب کے اور کسی کو اسپر اطلاع نہیں ہے اللہ عز و جل کے اسماء و صفات شمار سے باہر ہیں۔ اور جو اسماء و صفات الٰہی کے ہم تک پہنچے ہیں۔ اور شریعت نے جنکے ساتھ متخلق ہونے کی ترغیب دی ہے ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اُنکے معنی وہی ہیں جو ہم نے سمجھے ہیں یا تخلق وہی ہے جسکے ساتھ ہم متخلق ہوئے ہیں اور یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ کسی اور کو اس ہمارے تخلق سے زیادہ مرتبہ نہیں مل سکتا اسلئے کہ جتنا حصّہ ہم کو ملا ہے یہ تو صرف ہمارا غایت ادراک ہے اس اسم سے اور نہایت حظ ہے اس صفت سے اس سے آگے اور مراتب بے نہایت ہیں۔ اور درجات بے غایت ہیں وفوق کل ذی علم علیم۔ ترجمہ۔ ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے۔ ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات۔ ترجمہ:۔ ہم نے بعض کو بعض کے اوپر درجوں بلند کیا۔

وجود بندہ اے عزیز جان لو کہ وجود بندہ کا اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملک

اور جو تصرف کہ مالک اپنی ملک میں کرے وہ صحیح و درست ہے اور اللہ عز و جل جیسا کہ لطیف اور ذو الفضل ہے ایسے ہی وہ قہار اور عادل بھی ہے اور جیسے کہ اُسکا لطف اقتضاء ظہور کرتا ہے۔ ایسی ہی اُسکا قہر بھی اقتضاء ظہور کرتا ہے اور ہر ایک کے لیے مظہر ہے اور مظہر لطف کا مومنین و جنت ہیں اور مظہر قہر کا کفار و دوزخ ہیں پس حکمت بالغہ الہی ہر ایک صفت کے مظہر کو موافق اپنی مشیت کے عدم سے وجود میں لائی اسلئے کہ یفعل اللّٰہ ما یشاء و یحکم ما یرید یعنی جو اللہ چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ اور جو ارادہ کرتا ہے اسکا حکم دیتا ہے۔ اور جسکو کہ مظہر لطف کا اُسنے بنایا اُسکے ساتھ فضل کا معاملہ کیا اور جسکو کہ مظہر قہر کا بنایا اُسکے ساتھ عدل کا طریقہ اختیار کیا۔ اوسکا فضل مبرّا ہے علل سے اور اُسکا عدل مبرّا ہے خلل سے۔ اس جگہ سے معلوم ہوا کہ بندوں کے افعال سعادت اور شقاوت کا سبب نہیں ہیں اور ثواب اللہ کا فضل ہے اور عقاب اُسکا عدل ہے۔ اور رضا و غضب یہ دو صفت قدیم اللہ تعالیٰ کی ہیں کہ بندوں کے افعال سے یہ صفتیں متغیر و متبدل نہیں ہوتیں جسکو اللہ تعالےٰ نے نظر رضا سے دیکھا اسکو عمل اہل جنت کا عطا فرمایا اور جسکو کہ اُسنے نظر غضب سے دیکھا اسکو اہل دوزخ کے عمل پر آمادہ کیا اور اس کلام سے یہ مراد نہیں ہے کہ بندہ مطلقاً مجبور ہے اور اُسکو کسی طرح کا اختیار نہیں ہے۔ بلکہ اُسکے افعال زیادہ تر اُسکے اختیار کے تابع ہیں۔ لیکن اسکا اختیار اسکے اختیار میں نہیں ہے۔

جبکہ وجود بندہ کا جو اصل ہے بندہ کی جانب سے نہیں تو اسکا فعل جو وجود کی فرع ہے بطریق اولیٰ اسکی جانب سے نہیں ہے۔ پس جو کچھ کہ وجود میں آتا ہے خیر و شر اور کفر و ایمان اور طاعت و عصیان یہ سب نتیجہ قضاء قدر کا ہے بغیر اس کے کہ کوئی اس پر حجت کر سکے۔ چونکہ یہ مسئلہ مشکل ہے اسلئے شریعت نے اس میں غور و خوض کرنے سے منع کیا ہے اسلئے کہ عوام کی سمجھ اس کے ادراک سے قاصر ہے۔

باب سوم
بیعت

بیعت کا مسنون ہونا۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرًا عظیما ہ

ترجمہ :۔ بیشک جو لوگ تجھ سے اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے سو جو عہد شکنی کرتا ہے تو وہ اپنی ذات کی مضرت پر عہد توڑتا ہے اور جسنے پورا کیا اس چیز کو جسپر اللہ سے عہد کیا تھا سو عنقریب اُسکو اجر عظیم عنایت کرے گا۔

اور احادیث مشہورہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ لوگ بیعت کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی ہجرت اور جہاد پر اور گاہے اقامت ارکان اسلام پر اور گاہے ثبات و قرار پر معرکہ کفار میں چنانچہ بیعت الرضوان اور کبھی سنت نبوی کے تمسک پر اور بدعت سے بچنے پر اور عبادات کے حریص اور مشتاق ہونے پر چنانچہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی انصاریوں کی عورت سے نوحہ نہ کرنے پر اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند محتاج مہاجرین سے بیعت لی اسپر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں سو انمیں سے کسی شخص کا یہ حال تھا کہ اُسکا کوڑا گر جاتا تھا تو اپنے گھوڑے سے اتر کر اُسکو اُٹھا لیتا تھا اور کسی سے کوڑا اُٹھا دینے کا بھی سوال نہ کرتا تھا اور اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فعل بطریق عبادت اور اہتمام کے نہ بر سبیل عادت کے ثابت ہو تو وہ فعل سنت دینی سے کمتر نہیں۔ اور چونکہ بیعت لینا امور مذکورہ کا بطریق عبادت بکمال اہتمام تھا تو بیعت کے مسنون ہونے میں کچھ شک و شبہ نہ رہا۔

بیعت کا فائدہ عادت الٰہی یوں جاری ہے کہ مراد نہیں ملتی جب تک کہ مراد پائے ہوؤں کی صحبت اختیار نہ کی جائے اور اُن سے سیکھا نہ جائے جیسے انسان کو علم حاصل نہیں ہوتا ہے مگر علماء کی صحبت و خدمت و تعلم و استفادہ سے اور اُسی قیاس پر ہیں اور پیشے یعنی آہنگری بدون صحبت و خدمت آہنگر کے یا نجاری بدون صحبت و خدمت نجار کے نہیں آتی اس طرح بدون صحبت و خدمت کاملین کے نور باطن حاصل نہیں ہوسکتا قانون قدرت اسی طرح جاری ہے۔

ضرورت مُرشد پس صفائی قلب و نور باطن حاصل کرنے اور تصوف سیکھنے اور سلوک طے کرنیکے لئے مرشد کی اشد ضرورت ہے بغیر مرشد کامل کے یہ کام مشکل ہے۔ اگر بالفرض خود حکیم کسی مرض میں مبتلا ہو جائے تو اُسکو بھی اپنے مرض کی تشخیص و دوا کی تجویز کیلئے دوسرے حکیم کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے کہ رائ العلیل علیل اور جب مریض حکیم نہ ہو تب تو بدرجہ اولیٰ اُس کو حکیم کی ضرورت ہے۔ اس لئے اس کٹھن و سخت راہ میں مُرشد کامل کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ تشخیص و تجویز مرض باطن ہو کر شفا یابی ہو۔

شرائط مُرشد مرشد کے اندر شرائط ذیل ضروری ہیں مُرید ہونے سے پہلے ان شرائط کو آزمالینا چاہیئے۔

(۱) کتاب و سنت یعنی قرآن و حدیث کا علم رکھتا ہو خواہ خود پڑھا ہُوا ہو خواہ کسی عالم سے سُن کر معلوم کیا ہو۔

(۲) عادل و متقی ہو اور کبائر سے بچتا ہو اور صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو۔

(۳) دنیا سے بے رغبت ہو اور طاعات موکدہ اور اذکار منقولہ پر مداومت رکھتا ہو۔

(۴) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہو۔

(۵) مشائخ طریقت سے اجازت یافتہ ہو اور اُنکی صحبت سے نور باطن پایا ہوا ہو۔

آداب مُرشد (۱) یہ اعتقاد مضبوط کرے کہ میرا مطلب اسی مُرشد سے حاصل ہوگا

(۲) ہر طرح سے مُرشد کا مطیع ہو۔

(۳) جان و مال سے مُرشد کی خدمت کرے۔

(۴) مُرشد سے محبت رکھے۔ بغیر محبت کے کچھ نہیں ہوتا۔

(۵) مُرشد جو کچھ کہے اُسے بجالائے۔
(۶) مُرشد سے بدگمانی نہ کرے۔
(۷) مُرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اُسی کی طرف متوجہ رہے۔
(۸) مُرشد کا سایہ پیر پر نہ پڑنے دے۔
(۹) مُرشد کی جگہ پر نہ بیٹھے۔
(۱۰) مُرشد کا ہر طرح ادب رکھے۔
(۱۱) مُرشد کیطرف پاؤں نہ پھیلائے۔
(۱۲) مُرشد کی طرف تھوکے نہیں۔
(۱۳) مُرشد کے قول و فعل پر اعتراض نہ کرے۔
(۱۴) مُرشد کی آواز پر اپنی آواز بُلند نہ کرے۔
(۱۵) مُرشد کے کلام کو رد نہ کرے۔
(۱۶) مُرشد کے آگے نہ چلے۔
(۱۷) مُرشد کو اپنا حال و کیفیات عرض کرے۔
(۱۸) مُرشد کے وظیفے پر عمل کرے۔

غرض جب مذکورہ صفت والا کوئی مُرشد ملے تو اُس سے بیعت ہو کر اپنے تئیں اُس کو سونپ دے اور اُس سے محبّت رکھے۔ اُس کا ادب کرے اُس کی اطاعت کرے اس سے بدگمانی نہ کرے حُسن عقیدہ رکھے جس طرح وُہ چلاوے اُسی طرح چلے جو وظیفہ بتاوے وہ پڑھے اُس کی خدمت کرے۔

باب چہارم
سُلوک

سُلوک کے معنی ہیں چلنا یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ریاضت و مجاہدہ کرنا اور اصطلاحی معنی ہیں ریاضت و مجاہدہ کرکے مرتبۂ فنا تک پہنچنا فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط
ترجمہ:۔ جن لوگوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا ہم ضرور اُن کو اپنا راستہ

دکھائیں گے۔ اس مقصد بلند اور مطلب ارجمند (یعنی سلوک طے کرنا) کا حصول قیل و قال کے زور سے یا نظر و استدلال کی طاقت سے نہیں ہو سکتا ہے۔ باوجود اس کے اللہ تعالیٰ کا فضل عام ہے کہ اگر کسی کو چاہے تو بے سابقۂ مجاہدہ محض اپنی عنایت بے غایت کے جذب سے یا کسی صاحب معرفت ولی اللہ کامل مکمل کی توجہ باطن سے اس مقصود اعلیٰ پر پہنچادے اور اکثر بوالہوس روزگار اس شغل احسن کے خواہاں ہیں۔ مع ہذا اگر اس دولت عظمیٰ کے حصول کی اُمید واری میں اگر کسی صاحب دل کی صحبت میسّر ہو جائے تو غنیمت جاننا چاہئے اور سعادت دارین تصوّر کرنا چاہیے اسلئے کہ ھم قوم لا یشقی جلیسھم یعنی وہ ایسی جماعت ہیں کہ اُنکا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا۔

علم ضرورت حظ و حق

جس چیز سے سالک کو چارہ نہیں ہے وہ اسکی ضرورت ہے اور سالک کو بحسب روح و قلب ایک ضرورت ہوتی ہے اور باعتبار نفس و قالب ایک ضرورت ہوتی ہے ولیکن ضرورت روح و قلب کی شہود حق سبحانہ اور مطالعۂ صفات و افعال خدا جلّ جلالہ ہے۔ اسلئے کہ روح و قلب دونوں کی بقاء حیات اسی سے متعلق ہے اور ضرورت نفس و قالب کی اکل و شرب ہے اسلئے کہ نفس کو قالب دونوں کے قوام کا یہ سبب ہے حق نفس وہ ہے کہ جسکو روکنے سے خلل دینی یا دنیوی پیدا ہو اور اُسی حق کیطرف اشارہ ہے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے پس حق نفس کھانے پینے استراحت وغیرہ میں اس قدر ہے جس سے بقائے حیات روح اور حفظ عقل و حواس ہو سکے اور اتنی مقدار ضروری و لابدّی ہے اور اتنی مقدار منع کرنا خلل مزاج و نقصان عبادت یا فقدان عقل و ترک طاعات کا ذریعہ بن جاتا ہے اور ضروری مقدار سے جو زیادہ ہو وہ حظّ نفس ہے اور ہر چیز میں حدّ ضرورت کو جاننا علم غامض ہے۔

مبتدیوں کو بغیر ارشاد منتہیوں کے اس حد پر مطلع ہونا دشوار ہے اسلئے کہ سالک جبتک کہ صفات نفس سے بہ کلی نہیں نکلا ہے اور اُسکی نظر محبّت اپنے نفس کیساتھ قائم ہے اکثر حظوظ کو حقوق جانتا ہے نفس کو ہر چیز میں

حق اور حظ ہے یہاں تک کہ ترک حظ میں بھی اُسکو حظ ہے۔

جو سالک کہ نفس کو ایک چیز میں حد ضرورت پر قائم رکھے گا اُسکا اثر دوسری چیزوں میں بھی سرایت کرتا ہے خاص کر طعام میں جو سالک اپنے نفس کو حد ضرورت پر قائم رکھے اسلیئے کہ طعام تمام شہوتوں کی جڑ ہے جب نفس اس میں حدِّ ضرورت پر رہے گا تو دوسری چیزوں میں بھی حد ضرورت پر رہنا اس کے لیئے آسان ہو جائے گا اور جب تک کہ نفس لذّتوں حدّ ضرورت پر نہ رہے وہاں تک اُس کے اخلاق ذمیمہ اور اوصاف ردیہ کی تبدیل اخلاق حسنہ اور اوصاف جمیلہ سے میسّر نہ ہوگی۔

تربیت و تعلیم سُلوک

تربیت و تعلیم سلوک ہر شخص کی جُدا گانہ اُس کے حال کے موافق ہوتی ہے سب سے اول ضروری امر یہ ہے کہ عقائد درست کرے اور احکام شریعت پر پابندی کرے اور اپنے نفس کو ملکات ردیہ اور اخلاق ذمیمہ مثل غضب بخل و حرص حقد وغیرہ سے پاک کرے اور ملکات فاضلہ و اخلاق حسنہ سے مثل تواضع حلم سخاوت قناعت علم وغیرہ سے آراستہ کرے جو شخص جس کام میں مشغول ہے اُسکے لیئے تربیت طریقت اُسکے کام کے مناسب ہے مثلاً جو شخص کہ اُمور سلطنت میں مشغول رہتا ہے اُسکے لیئے طریقت یہ ہے کہ اولاً سلطنت کے کاموں کا عمدہ انتظام کرے اور عدالت کے عہدے کو جو اہم امر ہے خوب بجالاوے پھر کوشش کرے کہ تکبّر غضب ظلم وغیرہ صفات ذمیمہ جو اکثر فرمانروائی کے لوازمات سے ہیں اُنکو اپنے اندر سے دور کرے اور ملکات حمیدہ حُسن اخلاق تقویٰ وغیرہ کو حاصل کرے اور خیال کرے کہ میں مثل دوسرے بندوں کے ایک بندہ ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے ان بندوں کو میرے ہاتھ کے نیچے کیا ہے تاکہ اُن کی جان مال آبرو کی حفاظت کروں غرض بادشاہ فقیر تاجر مزدور خادم آقا ہر ایک کا سُلوک اُس کے کام اور حال کے مطابق ہے جس کام میں وہ ہے اُس کے اندر جو بُرائیاں ہوں اُن کو دور کرے اور اچھائیاں حاصل کر کے وصول الی اللہ کا راستہ ڈھونڈھے اور جدوسعی کرے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے۔ والذین جاھدو فینا لنھدینھم سُبلنا ط

ترجمہ :- اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور اُن کو اپنی راہ دکھائیں گے۔ شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جس نے کسب کیا اور محنت سے کما کر کھایا اور فرائض کو پورا ادا کیا اسکا مجاہدہ کامل ہوا علماء کا اجماع ہے کہ کسب کر کے کھانا واجب ہے وجوب موکدہ کے ساتھ ۔ جو مرد کسب نہیں کرتا وہ مثل عورت کے ہے جسمیں رجولیت نہیں ۔ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسالت کیساتھ مبعوث ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو پیشہ چھوڑنے کے لئے حکم نہیں فرمایا بلکہ اُنکو انکے پیشوں پر قائم رکھا اور اُن کو اصلاح کا حکم دیا اور کامل شیخ وہ ہے جو لوگوں کو سلوک پر چلا وے اس حال میں کہ وہ اپنے اپنے پیشوں اور دھندوں میں لگے ہوئے ہوں وہ نہیں ہے جو اُنکو پیشے ترک کرا وے اور پیشہ کرنے والا اور کما کر کھانے والا مومن اس گوشہ نشین شیخ سے بہتر ہے جو پیشہ نہیں کرتا اور لوگوں کے صدقات اور اوساخ کھاتا ہے اور اپنے دین کو دُنیا کے بدلے بیچتا ہے ۔

اقسام سالک

سالک یعنی اللہ کی راہ چلنے والا جب تک کہ سلوک میں ہے اور چل رہا ہے تو وہ کمال پر پہنچتا جاتا ہے اور ترقی کرتا جاتا ہے ۔ لیکن سالک کبھی سالک ہے کبھی واقف ہے کبھی راجع ہے سالک وہ ہے جو راستہ طے کر رہا ہے اور واقف وہ ہے جو سلوک میں ٹھہر جائے آگے نہ بڑھے مثلاً ذکر و فکر میں فتور واقع ہو اور جب توبہ کر کے حال درست کر لے اور بدستور ذکر و فکر میں لگ جاوے اور چلنے لگے تو پھر وہ سالک بن جاتا ہے۔ اور راجع وہ ہے جو توبہ کر کے حال درست نہ کرے اُلٹا پھرے ۔ العیاذ باللہ

رجعت کی سات قسمیں

راجع کی رجعت کی سات قسمیں ہیں ۔
اعراض[1] - حجاب[2] - تفاصل[3] - سلب مزید[4] - سلب قدیم[5] تسلی[6] - عداوت[7] - دو دوست ہیں عاشق و معشوق ایک دوسرے کی محبت میں محو و مستغرق اگر اتفاقاً عاشق سے کوئی ایسی حرکت صادر ہوئی جو معشوق کو ناپسند ہے تو معشوق اولاً اُس سے اعراض کرتا ہے یعنی منہ پھراتا ہے پس عاشق کو واجب ہے کہ فوراً توبہ و استغفار کر کے عذر خواہی کرے

تاکہ معشوق اس سے راضی ہو جاوے اور اگر ایسا نہ کرے بلکہ خطا پر اصرار کرے اور عذر خواہی نہ کرے تو اعراض سے حجاب ہو جائے گا یعنی پہلے اعراض تھا اب درمیان میں پردہ آ جائے گا پس عاشق پر نہایت ضروری ہے کہ توبہ کرے اور اگر تاخیر کریگا تو حجاب تفاصل کو پہنچے گا یعنی معشوق اُس سے جُدا ہو جائے گا اور اگر اب بھی عاشق استغفار نہ کریگا تو عاشق کو جو مزید یعنی زیادتی ذوق وصل و طاعت کی حاصل ہوتی تھی وہ سلب ہو جائے گی پس اگر عاشق عذر خواہی و تلافی نہ کرے تو جو قدیم یعنی پہلے کی طاعت و وصل کا مزہ تھا وہ بھی سلب ہو جائے گا۔ پس اگر اس پر بھی توبہ و استغفار نہ کرے تو اسکے بعد تسلّی رونما ہوتی ہے یعنی اُس کا معشوق دل میں جُدائی کی ٹھان لیتا ہے۔ پھر بھی اگر توبہ کر کے اپنی اصلاح نہ کی تو عداوت ہو جاتی ہے نعوذ باللہ منہا۔

بعض احوال سالک

سالک جب مجاہدہ و ریاضت کرتے کرتے مقام محبّت عام سے گذر جاتا ہے اور اوائل محبت خاص میں پہنچتا ہے تو اصحاب قلوب اور ارباب احوال کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے دل پر قبض و بسط کا حال آنا شروع ہوتا ہے۔ مقلب القلوب اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ اس کے دل کو ہمیشہ درمیان دو حال کے پھیرتا ہے۔ یہاں تک کہ بکلّی حظوظ لِلنفس اس سے قبض کرتا ہے اور اپنے نور سے اُسے منبسط کرتا ہے حالت قبض میں اُسے خوب دباتا ہے تاکہ فضلات حظوظ اُس سے جھڑ جائیں اور کبھی میدان بسط میں مطلق العنان کرتا ہے تا مراسم عبودیت ادا کر سکے اور چونکہ قبض و بسط منجملہ احوال کے ہیں اسلئے مبتدیوں کو اس سے حصّہ نہیں ہے اور منتہیوں کو بسبب تصرف احوال سے نکل جانے کے نہ قبض ہے نہ بسط ہے مبتدیوں کو بجائے قبض و بسط کے خوف و رجاء ہے۔ پس مبتدیوں کیلئے خوف و رجاء ہے اور متوسطوں کیلئے قبض و بسط ہے اور منتہیوں کے لئے اعتدال ہے۔

انس و ہیبت

انس سے مراد ہے التذاذ باطن بمطالعۂ کمال جمال محبوب اور ہیبت سے مُراد ہے انطواء باطن بمطالعۂ کمال جلال محبوب اور منشاء انس و ہیبت کا دو چیزیں ہیں یا جمال و جلال صفات جو مشرب

قلب کا ہے یا جمال و جلال ذات جو مشرب روح کا ہے انس و ہیبت قلب کا کبھی کبھی بسبب تلوین کے معرض زوال میں ہوتا ہے اور انس و ہیبت روح کا بسبب تمکین کے معرض زوال سے ایمن ہوتا ہے اور جب تک کہ حال مشاہدہ مستقیم اور مقام نہ ہووے تب تک انس و ہیبت باطن سالک میں متناوب اور متعاقب ہوتے رہتے ہیں کبھی حال انس غلبہ پکڑتا ہے اور اس سے فرط انبساط پیدا ہوتا ہے اور کبھی حال ہیبت غلبہ کرتا ہے اور اُس سے فرط انقباض ہوتا ہے اور جب مقام مشاہدہ میں تمکن پاتا ہے تو انس و ہیبت اُسمیں مستقیم اور معتدل ہو جاتے ہیں۔ اور ہر ایک ایک دوسرے کا معدّل اور مقوّم بن جاتا ہے ہیبت مقوم انس کا بنتا ہے اس معنی کر کے کہ سالک کو فرط انبساط سے روکتا ہے اور انس معدّل ہیبت کا بن جاتا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے کہ سالک کو فرط انقباض سے منع کرتا ہے اور یہی حقیقی انس و ہیبت ہے۔

وجد کبھی سالک پر وجد آتا ہے وجد سے مراد ایک وارد ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کیطرف سے آتا ہے اور باطن سالک کو اپنی حالت سے بدل دیتا ہے بسبب پیدا کرنے وصف غالب کے جیسے بہت غم بہت خوشی وغیرہ۔ جسکا وجد جلد ختم ہو جائے اُسکو ذائق (چکھنے والا) کہتے ہیں) اور جسکا وجد پے در پے ہو اُس کے عقل کی قوت اُس کے غلبوں سے اگر مغلوب ہو جاتی ہو تو اُس کو شارب (پینے والا) کہتے ہیں اور اگر مغلوب نہ ہوتی ہو بلکہ برقرار رہتی ہو مثلاً مدمن خمر کے طبیعت شراب کی اُسکا جزو بدن بن گئی ہے جتنا بھی پیے مست و بیخود نہیں ہوتا۔ اس کو ریّان کہتے ہیں۔ شعر

شربت الحب کاسا بعد کاس فانفد الشراب ولا رویت

ترجمہ: مجھے میں نے محبت کی شراب کے جام پر جام پیے یہاں تک کہ شراب ختم ہو گئی مگر میں سیر نہ ہوا۔

خوف عقوبت و خوف مکر جان لو کہ جو خوف کہ اللہ اور دن قیامت پر ایمان لانے سے پیدا ہوتا ہے وہ دو قسم کا ہے ایک خوف عقوبت اور دوسرا خوف مکر لیکن خوف عقوبت سو عوام مومنوں کو ہوتا ہے اور اسکا سبب دو چیزیں ہیں تصدیق وعید اور مطالعٔہ گناہ اور اس خوف کے صدق کی دو علامتیں

ہیں۔ آئندہ گناہ سے بچنا اور گذشتہ گناہ کی تلافی میں جلدی کرنا اور اس خوف کی حرارت کی تسکین ہوتی ہے۔ مواعد موجبہ کو ملاحظہ کرنے سے مثلاً یہ ملاحظ کرنے سے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ پر دو خوف جمع نہیں کرونگا (یعنی دنیا میں خوف ہوا تو وہاں خوف نہ ہوگا)۔ اور یہ خوف والا شخص اگرچہ ایمان اللہ اور دن قیامت پر رکھتا ہے مگر وہ اہل محبت سے نہیں ہے اسلئے کہ اسکا خوف نفس کو عذاب ہونے کی وجہ سے ہے جو دلیل نفس کی محبت کی ہے اور جس دل میں کہ نفس کی محبت ہے اسمیں اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں اسلئے کہ جب سلطان محبت الٰہی جس جگہ کہ نزول کا قصد کرتے ہیں تو غیر کو محل اقامت نہیں رہتی ولیکن خوف مکر سو محبان صفات کو ہوتا ہے۔ جو صفات جمالی یا جلالی کیساتھ تعلق رکھتے ہیں صفات جمالی جیسے لطف رحمت وغیرہ اور صفات جلالی جیسے قہر وغضب وغیرہ اور وہ لطف جلی کیصورت میں قہر خفی سے بیخوف نہیں ہوتے اور ہمیشہ سوء عاقبت سے ڈرتے ہیں اور عاقل ہوشیار کسطرح ایمن ہوسکتا ہے مفاجات قہر الٰہی سے حالانکہ صفات ازلی فعل بندہ کیساتھ معلل نہیں ہیں اور اس خوف مکر کے دو سبب ہیں۔ محبت الٰہی اور ملاحظہ مکر اور اسکے صدق کی دو علامتیں ہیں ایک یہ کہ سب لوگ اس سے ڈریں اسلئے کہ اسکے خوف کیساتھ جلال وہیبت الٰہی کے آثار سے ایک اثر ہے جو اسکے ساتھ رہتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور دوسری یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور خوف حق درحقیقت یہی ہے نہ خوف عقوبت اسلئے کہ خوف مکر نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ کی محبت وجلال کا اور خوف عقوبت نتیجہ ہے نفس کی محبت اور شفقت کا اور خوف مکر اگرچہ نتیجہ ہے محبت الٰہی کا مگر معلول ہے ساتھ علت حظ قرب وطمع وصل کے اور صاحب محبت ذات کو اس بری ہونا چاہیئے۔

سالک کا دل پہلے خوف عقوبت میں مبتلا ہوتا ہے اور اسکی حرارت سے آدھا پکتا ہے اور دل سے بعض اخلاق ردیہ دور ہو جاتے ہیں اور دل کا حجاب رقیق ہو جاتا ہے اور رقیق حجاب کے پیچھے سے صفات الٰہی کے انوار چمکنا شروع ہوتے ہیں اسوقت خوف عقوبت رخصت ہو جاتا ہے اور خوف مکر آتا ہے اور آدھا پکا ہوا دل اس خوف کی حرارت میں پڑکر پورا پک جاتا ہے اور باقی اخلاق ردیہ دل سے نکل جاتے ہیں اور صفائی حاصل ہوتی ہے اور حجاب رقیق اٹھ جاتا ہے اور نور ذات کی تجلی مباشر قلب ہوتی ہے اور دست کرامت اسکو محبت ذات کا خلعت پہناتی ہے۔

سالک کی زبان کبھی گونگی ہو جاتی ہے اور کبھی کھل جاتی ہے۔ || سالک کا حال کبھی یہ ہوتا ہے کہ

اسکی زبان گونگی ہو جاتی ہے من عرف اللہ کل لسانہ یعنی جسکو اللہ کی معرفت حاصل ہوئی اسکی زبان گونگی ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سالک محرم راز ہو جاتا ہے تو افشائے اسرار ربوبیت نہیں کر سکتا اسلئے کہ یہ امر ذوقی اور وجدانی ہے کہنے سننے میں نہیں آتا اور تمام وجدانیات کا یہی حال ہے اور سالک کو کبھی یہ حال ہوتا ہے کہ اسکی زبان کھل جاتی ہے۔ من عرف اللہ طال لسانہ۔ یعنی جس نے اللہ تعالےٰ کو پہچانا اُس کی زبان دراز ہوئی اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ حکم و معانی کا سرچشمہ بن جاتا ہے اور اسکی زبان سے حکم و معانی کی نہریں جاری ہوتی ہیں تاکہ لوگ اُس سے فائدہ اُٹھائیں غرض یہ کہ جب سالک محرم راز ہوا اور اوصاف بشری کی آلودگیوں سے بالکل پاک ہوا تو پھر اُن سے آلودہ نہیں ہوتا جیسا کہ کلمات مشائخ رح متقدم و متاخر ناطق ہیں۔

محقق دہلوی رح شرح فتوح الغیب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب ظلمات بشریہ نکل گئے تو انوار صفات ربوبیت آگئے اور انوار صفات ربوبیت ضرور باقی اور پائندہ رہتے ہیں اور زوال پذیر نہیں ہوتے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ الفانی لا یرد یعنی فانی کو واپس نہیں لوٹایا جاتا جب سالک طے منازل کرکے حق سے خلق کو پہنچا تو پھر ماسوا پر اس حیثیت سے کہ وہ ماسوا ہے التفات نہیں کرتا اور جو بعض سالک بعد انتہاء سیر الی اللہ کے مامور ہوتے ہیں کہ ارشاد طالبین کریں تو در حقیقت یہ التفات بماسوی نہیں بلکہ لقاء باللہ سے مشرف ہوکر بطور نیابت حق تعالیٰ اُسکے بندوں میں اس جہت سے کہ وہ اُسکے مظاہر ہیں تصرف کرتے ہیں اور ساتھ مشغول ہونے خلق کے حق سے محجوب نہیں ہوتے۔

جس سالک کو مرتبہ ولایت پر پہنچانا چاہتے ہیں اور شراب معرفت پلانا چاہتے ہیں پہلے اُسکو ماسوا اللہ سے بیہوش کرتے ہیں اور فانی کرتے ہیں جب تک کہ سالک مرتبۂ جذب و بیخودی میں نہ پہنچے ولایت کی صف میں نہ آوے گا اگرچہ وہ بدون اسکے عباد اور زہاد اور اخیار اور ابرار سے بن سکتا ہے لیکن دوام بیخودی شرط نہیں ہے بعضوں کو برسوں بیخودی میں رکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کو مجاذیب کہتے ہیں اور یہ حضرات طالبوں کی تربیت کے لائق نہیں ہیں۔

سیر الی اللہ سیر فی اللہ سیر من اللہ	شرح فتوح الغیب میں ہے کہ تمامئ سلوک جسے سیر الی اللہ کہتے ہیں فنا کے ساتھ والبتہ ہے وہ دروازۂ ولایت کہ جب اس میں داخل ہوں تو شہر ولایت

میں پہنچیں فناء ہے۔ سیر الی اللہ تمام کرنے کے یہی معنی ہیں اور اس سیر کو تمام

کرنے والا وہ ہے جو اس دروازہ میں پہنچے اور جب اس مقام پر پہنچے تو حلیہ کمال سے آراستہ ہوئے اس کے بعد بقا ہے اور انتہا ہے سیر فی اللہ کی اور اس مقام میں صفات حق کی تجلیات کے ساتھ تربیت پاکر مرتبہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ اس کے بعد سیر من اللہ ہے کرنا قصوں کی تکمیل کیلئے اس مقام سے نیچے اترتے ہیں۔

مثال سالک

سالک کی مثال مثل باز کے ہے جب باز کو پکڑتے ہیں تو پہلے اس کی آنکھیں اور پر سی لیتے ہیں تاکہ آدمیوں سے انس پکڑلے اور وحشت زائل ہو اور کہیں اُڑ کر چلا نہ جائے پھر تھوڑی تھوڑی کرکے آنکھیں کھول لتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ اسکو پورا انس حاصل ہوگیا ہے تو اسکی آنکھیں پوری کھول دیتے ہیں پھر پر بھی کھول دیتے ہیں۔ ایسے ہی ایک باز کے سالک بے بصر ہے اس کی آنکھیں سی دی گئی ہیں کہ مطلوب حقیقی کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا اور ابھی ریاضت و مجاہدہ میں لگا ہوا ہے کیونکہ اس کی رغبت اغیار کی طرف ابھی باقی ہے اور یہ عین وحشت اور دوری ہے مطلوب حقیقی سے اور دوسرا باز کہ عارف کامل ہے اس کی آنکھیں سینے کے لئے کھول دی گئی ہیں مگر پر ابھی بندھے ہوئے ہیں۔ آنکھیں ہر طرف نظارہ کرتی ہیں۔ اس کی وحشت بالکل زائل ہوگئی ہے اور اُسے پورا انس حاصل ہوگیا ہے مگر پر بندھے ہونے کے سبب اُڑ نہیں سکتا۔ تیسرا باز کہ عارف کامل مکمل ہے جو مامور ہے ارشاد طالبین کیلئے اسکی آنکھیں اور پر دونوں کھول دئے گئے ہیں اور وہ اپنے مقام سے تنزل کرکے طالبوں کی تعلیم میں مشغول ہوا ہے اور انکو اغیار نہیں سمجھتا بلکہ مظاہر باری تعالیٰ سمجھتا ہے اور یہ تنزل تنزل نہیں بلکہ عین ترقی ہے جیسے باز کو بعد تعلیم کے شکار کے پیچھے بھیجتے ہیں اور اس کا شکار کی طرف دوڑنا چونکہ سلطان کے حکم و رضا سے ہوتا ہے اس لئے یہ اُسکا سلطان سے دور ہونا عین سلطان کے نزدیک آنا اور زیادتی قرب کا باعث ہے بستان التفاسیر ترجمہ اُردو تفسیر فتح العزیز سورۃ الجن صہ ۱۲ میں ہے مخلوقات الٰہی کیطرف رجوع کرنا جو اُسکے حکم سے ہے اور اسی کے کام کے واسطے ہے تو حقیقت میں یہ بھی عین رجوع اور استغراق ہے۔

اقسام توحید

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ ایک بالشت میرے پاس آتا ہے تو میں اُس کے پاس

ایک ہاتھ آتا ہوں اور جب وہ میرے پاس ایک ہاتھ آتا ہے تو میں اُس کے پاس دو ہاتھ آتا ہوں اور جب وہ میرے پاس دو ہاتھ آتا ہے تو میں اُسکے پاس دوڑتا آتا ہوں اللہ تعالیٰ کے آنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا آنا ہے جب سالکؔ ذکر و فکر و مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہوتا ہے تو جسقدر دلمیں صفائی ہوتی جاتی ہے اُسی قدر جمال و کمال ربوبیت کا پرتو اس کے دل پر پڑتا جاتا ہے اور چونکہ پروردگار عالم کا جمال و کمال بالذات ہے اسلئے عشق و محبت الٰہی بڑھتی جاتی ہے اور جب عشق و محبت الٰہی کا غلبہ ہو جاتا ہے تب عشق و محبت کی قوت سے سالک مراحل کو بہت جلد طے کرتا ہے اور اولا توحید آثار پر پہنچتا ہے اور سالک پر مکشوف ہوتا ہے کہ **لا موثر الا اللہ** یعنی کوئی تاثیر کرنے والا نہیں ہے سوائے اللہ تعالےٰ کے۔ اس مرتبہ میں اگرچہ افعال و صفات و ذوات کو خلق کیطرف منسوب کرتا ہے لیکن آثار میں بالیقین جانتا ہے۔ کہ ہم بندے ہیں اور وہ ہمارا رب ہے اور جو آثار کہ بظاہر ہماری طرف منسوب ہیں حقیقت میں اُسی ذات واحد کی طرف سے ہیں۔ اس کے بعد ثانیہ سالک پر توحید افعال مکشوف ہوتی ہے سالک افعال کی نسبت مخلوق سے منقطع کرتا ہے اور دیکھتا ہے لا فاعل الا اللہ یعنی کوئی فاعل نہیں ہے سوائے اللہ کے اس مرتبہ میں نسبت صفات و ذوات کی خلق کی طرف باقی رہتی ہے اس کے بعد ثالثاً توحید صفات سے سالک مشرف ہوتا ہے اور معائنہ کرتا ہے کہ حیات قدرت ارادہ علم سمع۔ بصر وغیرہ صفات کے جو بظاہر ہماری طرف منسوب ہیں فی الحقیقت اُسی کی صفات کا پرتو ہیں پھر رابعاً ذات مکشوف ہوتی ہے اور سالک دیکھتا ہے کہ **لا موجود الا اللہ** یعنی کوئی موجود نہیں ہے سوائے اللہ تعالےٰ کے۔

باب پنجم

یقین

یقین جہل ظن تقلید

اے عزیز جان لو کہ جو اعتقاد کہ مطابق واقع کے ہو اور پختہ اور مضبوط ہو اسکو یقین کہتے ہیں اور جو مطابق واقع کے نہ ہو اُسے جہل کہتے ہیں۔ اور جو اعتقاد کہ مطابق واقع کے ہو مگر پختہ و مضبوط نہ ہو تو اگر وہ جانب مخالف پر غالب ہو تو اُسے ظن کہتے ہیں اور اگر جانب مخالف پر غالب نہ ہو بلکہ تشکیک مشکک سے زائل ہو جائے تو اُسے تقلید کہتے ہیں۔

علم الیقین عین الیقین حق الیقین

یقین کے تین درجے ہیں علم الیقین عین الیقین حق الیقین۔ علم الیقین وہ ہے جو نظر و استدلال سے حاصل ہو اور عین الیقین وہ ہے جو مشاہدہ سے حاصل ہو اور حق الیقین وہ ہے جو ذوق اور وجدان سے حاصل ہو اُسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص دھوپ کو دیکھ کر آفتاب کا یقین کر لے یہ علم الیقین ہے اور کوئی شخص جرم آفتاب کو دیکھ کر آفتاب کا یقین کرے یہ عین الیقین ہے اور کوئی شخص نور بصر کو نور آفتاب میں چکا چوند دگم کر کے آفتاب کا یقین کرے یہ حق الیقین ہے۔

ایمان کی پانچ قسمیں

ابن عربیؒ نے کہا ہے کہ ایمان کی پانچ قسمیں ہیں۔
(۱) ایمان تقلید وہ یہ ہے کہ اپنے بزرگوں سے عقائد لینا اور بغیر معرفت دلیل کے ان پر یقین کر لینا۔ (۲) ایمان علم۔ عقائد کو دلائل سے جاننا اور اُن پر یقین کرنا یہ علم الیقین ہے اور یہ دونوں ایمان والے محجوب ہیں۔ (۳) ایمان عیاں وہ یہ ہے کہ دل کے مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کو جاننا پس ایک پل جھپکانے کے برابر بھی دل سے خدا کی یاد نہ جائے بلکہ اُسکی ہیبت دل میں لگی رہے گویا اُسکو دیکھتا ہے اور یہ مقام مراقبہ اور عین الیقین کا ہے (۴) ایمان حق وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دل سے دیکھنا اور یہی معنی ہیں اُنکے اس قول کے کہ عارف ہر چیز میں اللہ کو دیکھتا ہے اور یہ مقام مشاہدہ کا اور حق الیقین کا ہے اور اس مقام والا اور اس سے پہلے کا مقام والا

دلیل پکڑتا ہے حق سے اوپر خلق کے (۵) ایمان حقیقت اور وہ یہ ہے کہ ماسوی سے فنا ہونا اور اُس کی محبت کا نشہ لگا رہنا پس نہ دیکھے مگر اُسی کو جیسے وہ آدمی جو ڈوب گیا سمندر میں اور اُسکا کوئی کنارہ نہیں دکھتا اور نہ اُس کے لئے کوئی دلیل ہے نہ مدلول پس آدمی پر پہلی دو قسموں سے ایک قسم واجب ہے ولیکن تین آخر کی قسمیں پس یہ علوم ربانی ہیں اللہ تعالیٰ جسکو چاہے ان کے ساتھ خاص کرے۔

ایمان کی دو قسمیں مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۲۹ میں فرماتے ہیں ایمان کی دو قسمیں ہیں ایک تقلیدی جیسے ایمان عوام کا ہے کہ جو کچھ سنتے ہیں اسکو سچ جانتے ہیں اور ہمیشہ اُسی پر رہتے ہیں دوسرا ایمان کشفی کہ نور الہی سے سینہ کھل جانے پر حاصل ہوتا ہے اور اُس میں سب موجودات جس طرح پر کہ اصل میں ہیں منکشف ہوتے ہیں اور واضح ہو جاتا ہے کہ سب کا مرجع خدائے تعالیٰ کی طرف ہے اسلئے کہ موجود سوائے خدائے تعالیٰ اور اس کی صفات و افعال کے اور کچھ نہیں تو اس قسم کے ایمان والے مقرب ہونگے اور ملاء اعلیٰ سے قرب نہایت درجہ کا رکھنے ہوں گے اور فردوس اعلیٰ میں اُنکا مقام ہوگا پھر اُنکے بہت سے اصناف ہونگے بعضے آگے بڑھے ہوئے ہوں گے بعضے نہیں ہوں گے غرض کہ جتنا تفاوت اُنکی معرفت میں ہوگا اتنا ہی اُنکے قرب میں ہوگا معرفت میں درجات عارفین کے بیحد ہیں اس لئے کہ جلال خداوندی کی کنہ کو معلوم کرنا ناممکن ہے اسکی معرفت دریائے ناپید اکنار ہے جسکا نہ ساحل ہے نہ تھاہ۔

نظم

ہر کہ او در بحر مستغرق شود	فارغ از کشتی و از زورق شود
جو آدمی دریا میں ڈوب جاتا ہے	وہ کشتی اور ڈونگی سے بے فکر ہوتا ہے
غرقہ دریا بجز دریا ندید	غیر دریا ہست بر وے ناپدید
دریا میں ڈوبا ہوا سوائے دریا کے نہیں دیکھتا	سوائے دریا کے اسپر کوئی چیز ظاہر نہیں ہے

اوپر کی پانچ قسموں میں اور ان دو قسموں میں کچھ منافات نہیں ہے اسلئے کہ ایمان کشفی میں چاروں قسمیں سوائے ایمان تقلیدی کے داخل ہو جاتی ہیں۔

نفس کی سات قسمیں نفس بہ اعتبار اوصاف کے سات قسم کے ہیں ورنہ نفس تو ایک ہی ہے پہلی قسم نفس امارہ ہے اور یہ ماخوذ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ۔ (بیشک

نفس بری بات کا حکم دینے والا ہے) اور وہ یہ ہے کہ آدمی کو کبھی اچھی بات نہیں بتاتا جب آدمی اپنے نفس کیساتھ مجاہدہ کرتا ہے اور اس کی خواہشات کے برخلاف عمل کرتا ہے تو نفس کچھ مائل بحق ہوتا ہے اور اچھے کام کی طرف رغبت کرتا ہے اور برے کاموں پر ملامت کرنے لگتا ہے تو یہ نفس لوّامہ کہلاتا ہے یہ دوسری قسم ہے۔ اور یہ ماخوذ ہے اللہ تعالےٰ کے اس قول سے کہ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اور جب آدمی اور بھی مجاہدہ کرتا ہے تو نفس عالم قدس کیطرف مائل ہوتا ہے اور نورانی ہوجاتا ہے اور اسکو الہام ہونے لگتا ہے یہ نفس ملہمہ کہلاتا ہے یہ تیسری قسم ہے اور یہ ماخوذ ہے اللہ تعالےٰ کے اس قول سے فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔ (یعنی اسکو الہام کیا۔ اسکی بری باتیں اور اچھی باتیں) پھر جب آدمی اور بھی زیادہ ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے اور صفات مذمومہ صفات محمودہ سے بدل جاتی ہیں اور متخلق باخلاق اللہ ہوجاتا ہے تو یہ نفس مطمئنہ کہلاتا ہے یہ چوتھی قسم ہے اور یہ مقام وصول الی اللہ کی ابتدا ہے ولیکن اب بھی نفس خفی آلودگیوں سے پاک نہیں ہوتا مثل شرک خفی حبِ جاہ و ریاست وغیرہ کے پھر جب آدمی اور بھی خوب ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے اور شرک خفی حبِ جاہ وغیرہ جیسی ہوئی آلودگیوں سے پاک ہوتا ہے اور مدح و ذم اُس کے نزدیک برابر ہوجاتے ہیں اور مقام فنا میں داخل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بالکل راضی ہوجاتا ہے تو یہ نفس راضیہ کہلاتا ہے یہ پانچویں قسم ہے پھر جب آدمی اور بھی خوب اچھی طرح ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے تو اُس مقام سے گذر کر اور اوپر ترقی کرتا ہے اور فنا الفنا کا مقام حاصل ہوتا ہے اور تجلیات کا دروازہ کھلتا ہے اور بحار توحید میں غرق ہوکر اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوجاتا ہے تو یہ نفس مرضیہ کہلاتا ہے یہ چھٹی قسم ہے پھر جب آدمی اور زیادہ خوب ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے تو مقام بقا میں پہنچتا ہے اور پروردگار عالم اس کو اپنے نیک بندوں میں شامل کرتا ہے اور خلعت رضوان پہناتا ہے اور جنات میں داخل کرتا ہے یہ نفس کاملہ کہلاتا ہے اور یہ ساتویں قسم ہے۔ چوتھی قسم سے لیکر ساتویں قسم تک چاروں قسمیں ماخوذ ہیں اللہ تعالےٰ کے اس قول سے۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي ط

ترجمہ:۔ اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو راضی ہے اور پسندیدہ

ہے پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ اس مقام تک پہنچ کر مجاہدہ ختم ہو جاتا ہے مگر نفس سے کسی وقت بخوف و مطمئن نہیں رہنا چاہیے اسلئے کہ نفس مثل سانپ دوڑنے والے کے ہے اگرچہ وہ ساتوں مراتب طے کرلے نفس کامل ہونے کے بعد انسان کیلئے صفات حمیدہ طبعی بن جاتے ہیں اور وہ ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز سے پہلے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز سے پہلے دیکھنے کو معائنہ کہتے ہیں اور یہی عین الیقین ہے جو علم الیقین کے بعد حاصل ہوتا ہے اور علم الیقین یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت براہین و دلائل کے ذریعہ حاصل ہو عین الیقین کے بعد حق الیقین کا مرتبہ ہے اس مرتبہ والے کو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ ہر شے میں بغیر حلول و اتحاد کے اور بغیر اتصال و انفصال کے جیسے آئینے میں اپنا چہرہ بغیر حلول واتحاد کے اور بغیر اتصال و انفصال کے نظر آتا ہے اور یہ مشہد ذوقی ہے اس کو نہیں پا سکتے مگر وہی جو اس مرتبہ اور مقام والے ہیں۔ اس مقام والا عبادت سے نہیں تھکتا اسلئے کہ عبادت اسکی طبیعت بن جاتی ہے عبادت کرتا رہتا ہے یا زبان سے یا دل سے یا اعضا سے۔ اس کے حرکات و سکنات نیکیاں ہیں اور اس کے انفاس عبادات ہیں۔

علم الیقین میں مشاہدہ اللہ تعالیٰ کا ہر شئی کے بعد ہوتا ہے۔
عین الیقین میں مشاہدہ اللہ تعالیٰ کا ہر شئی سے پہلے ہوتا ہے
حق الیقین میں مشاہدہ اللہ تعالیٰ کا ہر شئی میں ہوتا ہے

اے عزیز و جان لو اس بات کو کہ لوگوں میں کاملین بہت ہی کم ہوتے ہیں اس لئے کہ اول تو سالک کم ہیں اور اُن میں سے واصل کم ہیں اور ان میں سے کامل کم ہیں اس لئے کہ سیر الی اللہ تعالیٰ بہت دشوار ہے اُس پر قادر نہیں ہوتا مگر وہی جو بڑی ہمت اور صدق و یقین والا ہو اسلئے کہ طعام منام جمع مال حب جاہ و شہوات وغیرہ مانوفات کو ترک کرنے پر بہت ہی کم لوگ قادر ہوتے ہیں اور اس راستے میں بہت خطرات و مہلکات ہیں جن سے بچنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تبارک تعالیٰ رحیم و کریم کی رحمت سے نا امید نہ ہونا چاہیے اور اپنی حول و قوت پر نظر نہ رکھنا چاہیے ورنہ سلوک دشوار ہو جاتا ہے اُسی ذات واحد کی حول و قوت پر نظر رکھنا چاہیے وہی آسان کر دیتا ہے اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

فائدہ سلوک فائدہ سلوک کا وصول ہے اور وصول سے مراد یہ ہے کہ دل کی آنکھوں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے مشاہدہ کی طرف رسائی ہو اس طرح پر کہ دلیل و بُرہان کی ضرورت نہ رہے اور اس کی یاد دل میں بس جائے اور طاعت کا ملکہ راسخ ہو جائے۔

درجات سلوک سلوک میں اول اصل یقین ہے اس کے بعد خوف و رجا یعنی اس یقین کے زائل ہو جانے کا خوف اور باقی رہنے کی اُمید ہے۔ اسکے بعد صبر کا مقام ہے اس لئے کہ صبر ہی سے مجاہدہ و ذکر الٰہی و فکر دائمی وغیرہ حاصل ہوتے ہیں اور بعد مجاہدہ کے ہدایت ہے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ترجمہ:۔ جن لوگوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا ہم ضرور انکو اپنی راہ کی ہدایت کریں گے اور ہدایت کے بعد معرفت حاصل ہوتی ہے اور معرفت کے بعد انس و محبّت الٰہی کا مقام ہے اور انس و محبّت کے بعد رضاء و توکل کے مقامات حاصل ہوتے ہیں چنانچہ مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم جلد چہار باب ... صفحہ ۱۹۲ میں ہے "اوّل اصل یقین ہے اس کے بعد کوئی مقام بجز خوف و رجا کے نہیں نہ اس کے بعد سوا صبر کے کوئی مقام ہے۔ (یعنی خوف و رجا کے بعد صبر ہی کا مقام ہے) اور مجاہدہ اور خدا کیلئے ظاہر و باطن میں مجرّد ہونا صبر ہی سے حاصل ہوتا ہے اور بعد مجاہدہ کے اگر کسی کو راہ کھلتا ہے تو سوا ہدایت اور معرفت کے کوئی مقام نہیں اور معرفت کے بعد انس و محبّت کے سوا کوئی مقام نہیں اور محبت کیلئے ضروری ہے کہ محبوب کے فعل پر راضی رہے اور اسکی عنایت پر اعتقاد رکھے جس سے رضاء و توکّل کے مقامات حاصل ہوں۔"

باب ششم
تصوّف

تصوّف ماخوذ ہے صفا سے اور اس سے مراد ہے باطن کو شہوات و کدورات سے پاک کرنا۔ جو امور ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں اُن میں نظر کرنا تفقہ ہے اور جو امور باطن سے تعلّق رکھتے ہیں اُن میں نظر کرنا تصوف ہے اِسی لئے کہا گیا ہے کہ جس نے تصوف حاصل کیا اور تفقہ حاصل نہیں کیا وہ زندیق بے دین ہوا اور جس نے تفقہ حاصل

کیا اور تصوّف حاصل نہیں کیا وہ فاسق سخت دل ہوا اور جسنے دونوں کو حاصل کیا اُسنے ٹھیک کیا۔

تعریف تصوّف تصوّف کی تعریف از روئے علم یہ ہے کہ ایسے اصول کو جاننا جس سے قلب اور سائر حواس کی اصلاح ہو اور از روئے عمل یہ ہے کہ ماموارت میں سے آحوط کو لینا اور منہیات سے بچنا اور مُباحات میں سے ضروریات پر اکتفا کرنا اور بعض نے کہا ہے کہ تصوّف حفظ الحواس اور مراعاۃ الانفاس ہے یعنی حواس کو ایسی باتوں سے روکنا جس سے اللہ تعالیٰ کا غصہ ہوتا ہو اور ہر سانس کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں رکھنا اور امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے رسالہ ایہا الولد میں تصوّف کی تعریف میں لکھا ہے کہ الاستقامۃ مع اللہ والسلوک عن الخلق یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست رکھنا۔ اسکے اوامر کو بجالانا اور نواھی سے بچنا اور خلق کی تکالیف کو برداشت کرنا اور اُن سے حسن اخلاق برتنا اور اُنکی مراد پر چلنا بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہو۔ الحاصل تصوّف کا مقصد ہے قلب سائر حواس کی اصلاح اور حسن اخلاق اور تقویٰ اور تعلق باللہ اور وصول الی اللہ اور حضور مع اللہ۔ وصول الی اللہ اور حضور مع اللہ کو نسبت بھی کہتے ہیں

مرجع مشائخ رحمہم اللہ تعالےٰ مشائخ رحمہم اللہ کے طریقہ کا مرجع نسبت کا حاصل کرنا ہے اور نسبت کہتے ہیں وصول الی اللہ اور حضور مع اللہ کو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ارتباط و تعلق ہونے کو اور نسبت کو سکینہ اور نور بھی کہتے ہیں اور نسبت کی حقیقت ایک کیفیت ہے جو نفس ناطقہ میں جم جاتی ہے از قسم تشبیہ با فرشتگاں (یعنی طاعت الٰہی میں دائم قائم رہنا)۔ یا از قسم اطلاع پانا طرف عالم جبروت کے (یعنی توحید افعالی صفاتی ذاتی وغیرہ کا مکشوف ہونا) مطلب یہ ہے کہ جب بندہ طاعات اور عبادات اور اشغال و اذکار پر مداومت کرتا ہے تو اسکے نفس ناطقہ میں ایک صفت طاعت الٰہی کی پیدا ہو جاتی ہے جو فرشتوں کی صفت کے مشابہ ہے اور ایک ملکہ یاد الٰہی کا قائم ہو جاتا ہے جس سے توحید افعالی صفاتی ذاتی منکشف ہوتی ہے نسبت کی یہ دو جنسیں ہیں (طاعت الٰہی و یاد الٰہی)۔ ہر جنس کے نیچے انواع کثیرہ ہیں منجملہ انواع کے محبّت و عشق کی نسبت ہے اس میں محبت کی صفت قلب کے اندر محکم ہو جاتی ہے اور منجملہ انواع مذکورہ کے نفس کشی اور لذّات نفس سے بیزاری کی نسبت ہے اخیر یہ نسبت اہل بیت کہلاتی ہے اور منجملہ انواع کے مشاہدے کی نسبت ہے یعنی ذات مقدس کیطرف متوجہ رہنے کا ملکہ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ وصول الی اللہ اور حضور مع اللہ رنگ برنگ ہے بحسب اتصال یعنی محبّت یا نفس کشی یا استغراق وغیرہ کے یادداشت کے ساتھ اور نفس انسانی میں جب

رنگ مخصوص کا ملکہ راسخہ قائم ہو جاتا ہے تو اُسی ملکۂ راسخہ کو نسبت کہتے ہیں اور نسبتیں بہت قسم کی ہیں! اور صاحب اسرار ہر نسبت کو علیحدہ علیحدہ دریافت کرتا ہے اور اشغال قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ وغیرہ سے غرض اسی نسبت کی تحصیل ہے اور اُسپر دوام اور مواظبت کرنا اور اس بین ڈوبے رہنا تاکہ نفس اس مواظبت اور مشق دائمی سے اور بھی خوب ملکہ راسخہ پیدا کرے تبویت اور تربیت السالکین میں ہے کہ حقیقت نسبت کی صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے قلب کو ایسا تعلق ہو جاوے کہ اس کی یاد اور اطاعت غالب رہے دلبس اب خواہ قبض کے ساتھ ہو خواہ بسط کیساتھ ہو خواہ فرح کیساتھ ہو خواہ حزن کیساتھ ہو خواہ شوق کے ساتھ ہو خواہ انس کے ساتھ ہو خواہ ہیبت کیساتھ ولبس۔ " تعلیم الدین بیان ولایت وسلوک ص۹۹ میں ہے۔" ریاضت و مجاہدہ خواہ تفصیلاً ہو یا اجمالاً اس سے قلب سالک میں استعداد قریب وصول الی اللہ کی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد محض فضل خداوندی سے اس کے قلب کو بالفعل ایک خاص تعلق جذبی مطلوب حقیقی کیساتھ پیدا ہو جاتا ہے اس کو نسبت اور سکینہ اور نور سے تعبیر کرتے ہیں اور اُسی نسبت کے پیدا ہو جانے کا نام وصول ہے پچھلے زمانے میں بوجہ برکت قرب عہد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُسی مقام پر پہنچ کر نسبت قوی پیدا ہو جانے کے وصول کامل ہو جاتا تھا لیکن اُس زمانے میں اکثر اس مقام پر نسبت ضعیف پیدا ہو جاتی ہے الخ"

اور کتاب مذکور باب ۶ ص۹۹ میں ہے

ماسوا اللہ سے منقطع ہونے کو حق کیساتھ اتصال کہتے ہیں اور ذات کا اتصال ذات سے نہیں ہوتا یہ خاصہ جسم کا ہے حق تعالیٰ کی شان میں اُس کا اعتقاد کرنا کفر ہے جیسا جہلاء سمجھتے ہیں کہ قطرے کی طرح سمندر میں مل گیا مولانا رح فرماتے ہیں۔ ؎

اتصالے بے تکیف بے قیاس۔ ہست رب الناس را با جان ناس

مکتوبات صدی مخدوم الملک بہاری رح مکتوب یازدہم کی ایک عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ وصول اسطرح نہیں ہوتا جیسے وصول جسم کو جسم کیساتھ ہوتا ہے یا عرض کو عرض کیساتھ یا جوہر کیساتھ ہوتا ہے یا علم کو معلوم کیساتھ یا عقل کو معقول کیساتھ یا شئی کو شئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے یہ لفظ وصول شرع اور عرف میں آیا ہے اور اس طائفہ کے درمیان مشہور ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے وصول کے کیا معنی ہیں؟ جان لو کہ خدائے تعالیٰ سے وصول کے یہ معنی ہیں کہ عظمت کے لحاظ سے ماسوا اللہ سے منقطع ہو جانا۔ پس اتصال

کے معنی دل سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ (یعنی اسکی یاد و طاعت میں) مشغول ہونا اور یہ بمقدار فراغت کے ہے غیر حق سے جتنی مقدار کہ اللہ تعالیٰ کی یاد و طاعت سے خالی ہے اتنی مقدار منفصل ہے اور جتنی مقدار کہ اللہ تعالیٰ کی یاد و طاعت میں مشغول ہے اتنی مقدار متصل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جب دلمیں نور داخل ہوتا ہے تو دل کشادہ ہوجاتا ہے پوچھا گیا کہ کیا اسکی کوئی علامت ہے؟ فرمایا کہ ہاں دھوکے کے گھر سے دوری اور ہمیشگی کے گھر کیطرف رجوع اور موت کی تیاری کرنا قبل اس کے آنے کے یعنی دنیا سے دل سرد کرنا اور آخرت کی طرف دلکو متوجہ کرنا اور ایسے نیک کام کرنا جو آخرت میں کام آئیں اس نور کو بھی نسبت کہتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی قوم (یعنی کچھ لوگ) بیٹھتے ہیں اور اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے۔ (یعنی انکے دلمیں اطمینان وسکون و راحت و فرحت آتی ہے) اس سکینہ کو بھی نسبت سے تعبیر کرتے ہیں تجربے سے یہ بات ثابت معلوم ہوتی ہے کہ اشتغال بالذکر سے دلمیں ایک کیفیت غریبہ لذیذہ پیدا ہوتی ہے اور ذکر پر مداومت کرنے سے اس کیفیت میں رسوخ ہو جاتا ہے اس رسوخ کو بھی اصطلاح صوفیہ میں نسبت کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ وہ آدمی جسمیں تین باتیں پائی جاویں وہ ایمان کی مٹھاس پاتا ہے ایک یہ کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اسکو محبوب ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آدمی کسی سے دوستی نہ کرے مگر اللہ تعالیٰ ہی کیلئے تیسری بات یہ کہ کفر میں لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔ حدیث مذکور میں مٹھاس کے معنی یہ ہیں کہ طاعات میں لذت پانا اور دین کی خاطر بھاری اور سخت کاموں کو آسانی سے اٹھا لینا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو انکے ایمان لانے پر انکو کفر پر پیچھا لوٹانے کیلئے نہایت سخت تکلیفیں دی جاتی تھیں مگر وہ انکو برداشت ہو جاتی تھیں اس لئے کہ تلخی تکالیف کیساتھ شیرینی ایمان ملی ہوئی تھی اس شیرینی کی لذت وہ پاتے تھے اور تکالیف بالکل آسان معلوم ہوتی تھیں اس شیرینی کو بھی اصطلاح صوفیہ میں نسبت کہتے ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت انکے اہل و عیال کہتے تھے کہ بہت بے چینی ہے وہ کہتے تھے کہ بہت خوشی ہے میں کل اپنے محبوب سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے جا ملوں گا پس موت کی تلخی کے ساتھ لقاء اور ایمان کی

حلاوت علی ہوتی تھی جو قلب کہ امراض غفلت وغیرہ سے سلامت ہوتا ہے اور نور ایمان و تقویٰ سے آراستہ ہوتا ہے وہ ایمان کا مزا چکھتا ہے اور اسکی لذت پاتا ہے جیسے منہ شہد وغیرہ میٹھی چیز کی لذت پاتا ہے اس حلاوت کا نام بھی نسبت ہے غرض نسبت بہت طرح پر ہے اور نسبت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کیساتھ خوب تعلق ہو جاوے اور اس میں رسوخ پیدا ہو جاوے۔ نسبت کلی مشکک ہے باعتبار ضعف و قوت کے بھی اس میں فرق ہوتا ہے پہلے زمانے میں بوجہ برکت قرب عہد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبت قوی پیدا ہو جاتی تھی لیکن اس زمانے میں اکثر نسبت ضعیف پیدا ہوتی ہے نسبت جسکو وصول الی اللہ بھی کہتے ہیں باعتبار مشاہدہ کے اس کے کئی مراتب ہیں جب سالک ریاضت و مجاہدہ اور ذکر و اذکار میں پابندی شریعت کیساتھ مشغول ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس کے دل پر انوار آتے ہیں اُنکو فیوض رحمانی و تجلیات ربانی بھی کہتے ہیں

تجلیات ربانی تجلی اول سے یہ ہوتا ہے کہ سالک اپنے فعل اور غیر کے فعل سے اللہ عزوجل کے فعل میں فنا ہو جاتا ہے یعنی عالم میں جو کام ہوتا ہے سالک دیکھتا ہے کہ اُسکا کرنیوالا اللہ ہی ہے۔ خود کو یا کسی اور کو کام کرنے والا نہیں دیکھتا اس مرتبہ میں سالک اپنی تدبیر اور اختیار اور ارادے سے نکل جاتا ہے کاموں میں اُسے اپنا اختیار اور ارادہ نہیں رہتا اور یہ نہیں دیکھتا کہ میں اپنے اختیار اور ارادے سے کام کرتا ہوں بلکہ وجدانی و ذوقی طور ہر کام میں اُسی کے اختیار اور ارادے کو دیکھتا ہے یہ پہلا مرتبہ وصول کا ہے اور بعض سالک کو تجلی صفات ہوتی ہے اُس سے یہ ہوتا ہے کہ سالک کو اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کا مشاہدہ ہوتا ہے اور مقام ہیبت و انس میں آجاتا ہے یہ دوسرا مرتبہ وصول کا ہے اور بعض سالک اس سے آگے ترقی کر کے مقام فنا پر پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں اتنا مستغرق ہوتا ہے کہ اپنے وجود سے بھی غائب ہو جاتا ہے اور یہ ایک قسم کی تجلی ذاتی ہے جو واسطے خواص مقربین کے ہے اور یہ تیسرا مرتبہ وصول کا ہے اور اس کے اوپر مرتبہ حق الیقین کا ہے اور دُنیا میں اُس سے ایک لمحہ ہوتا ہے اور وہ سریان انوار کا مشاہدہ ہے کلیتہ عبد میں یہاں تک کہ اُسکی روح و قلب اور نفس حتیٰ کہ قالب بھی بہرہ اندوز ہوتا ہے اور یہ چوتھا اعلیٰ مرتبہ وصول کا ہے عوارف معارف میں ہے کہ جب حقائق کا تحقق ہوتا ہے (یعنی جب سالک کو وصول

کے مراتب کا حصول ہوتا ہے) تو جانتا ہے کہ باوجود ان احوال شریفہ کے وہ اوّل ہی منزل میں ہے پس وصول کہاں ہے؟ منازل طریق وصول ختم نہ ہونگے ابدالآباد عمر اخروی ابدی ہیں پس کس طرح ختم ہوں گے اس دنیوی قصیر عمر میں۔

طریقہ تحصیل نسبت نسبت کی تحصیل کے بہت طریقے ہیں منجملہ ان کے تین طریقے بہت مفید اور مشہور ہیں پہلا ذکر دوسرا فکر تیسرا رابطہ مرشد کے ساتھ اوّل ذکر کا کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

بعد ادائے فرائض و واجبات و سنن مؤکدہ پابندی شرح کے ساتھ ذکر اللہ پر مداومت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے اور جب اس کی محبت و عشق کا غلبہ ہوا تو ماسوا سوختہ ہو جاتا ہے اور باطنی امراض دور ہو کر قلب میں جلا پیدا ہوتی ہے

شعر:- عشق آں شعلے است کو چوں بر فروخت
عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ بھڑکتا ہے تو
ہر چہ جز معشوق باشد جملہ سوخت
معشوق کے سوا جو کچھ ہوتا ہے وہ سب جل جاتا ہے

اشعار

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
خوش رہ اے عشق ہماری اچھی دُھن
اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے ہماری تمام بیماریوں کے حکیم
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے ہمارے تکبر اور عزت کی دوا
اے تو افلاطون و جالینوس ما
اے تو ہمارا افلاطون اور جالینوس

حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

عقل گوید دنیا و عقبیٰ بجو
عقل کہتی ہے دنیا اور آخرت ڈھونڈھ
عشق می گوید بجز مولیٰ مجو
عشق کہتا ہے سوائے مولیٰ کے کچھ مت ڈھونڈھ
عقل گوید علم آموز و ہنر
عشق می گوید ز ہستی در گذر

عقل کہتی ہے علم اور ہنر سیکھ
عشق کہتا ہے کہ اپنی ہستی سے گذر جا

عقل می گوید کہ خود را پیش کُن
عشق می گوید کہ ترک خویش کُن

عقل کہتی ہے کہ خود کو آگے کر
عشق کہتا ہے کہ خود کو چھوڑ دے

عقل گوید شادی و مرہم طلب
عشق گوید درد و سوز و غم طلب

عقل کہتی ہے کہ خوشی و مرہم طلب کر
عشق کہتا ہے کہ درد اور غم اور جلن طلب کر

بار خواہی در طریق عشق او
از خودی یکبارگی بیگانہ شو

اگر تو اُسکے عشق کی راہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔
تو خودی سے دفعتاً بیگانہ ہو جا

فضیلت ذکر

کلام اللہ میں ہے فاذکرونی اذکرکم ترجمہ۔ تم میری یاد کرو میں تمہاری یاد کروں گا اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور میں اُسکے ساتھ ہوں جب وہ میری یاد کرے پس اگر وہ میری یاد اپنے جی میں کرے تو میں اُس کی یاد اپنے جی میں کروں اور اگر وہ میری یاد جماعت میں کرے تو میں اُس کی یاد اُس سے بہتر جماعت میں کروں

• تفسیر فتح العزیز پارہ الم سورہ فاتحہ میں ہے۔

مقصود از جمیع علوم وصول بندہ بجناب حق است وبسبب آنکہ بندہ در کمال دنائت و تلطخ بنجاسات طبعیہ واقع است و او تعالیٰ در کمال نزاہت و قدس پس طریق وصول نیست الا بذکر اسمار او وچسپیدن بنام پاک او واستغراق در یاد او۔

ترجمہ:۔ تمام علوم (دینی) کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وصول حاصل ہو اور چونکہ بندہ نہایت برائی اور نجاسات طبعیہ کی آلودگی میں واقع ہے اور وہ اللہ تعالیٰ نہایت برتری اور پاکیزگی میں ہے پس طریق وصول نہیں ہے مگر اُسکے اسماء کا ذکر اور اُسکے نام پاک کو لازم پکڑنا اور اس کی یاد میں ڈوب جانا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ہر شئے کو زنگ لگتا ہے اور اُسکے لئے صیقل ہے ایسے ہی دل کو زنگ لگتا ہے اور اس کے لئے صیقل اللہ تعالیٰ کی یاد اور موت کا دھیان ہے۔ موت کے مراقبہ سے دُنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے لذائذ دُنیا تلخ ہو جاتے ہیں اور دل میں صلاحیت اور استعداد پیدا ہوتی ہے۔ اُس کو تخلیہ کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے ذکر سے اس کی محبت پیدا ہو کر دل میں جلا پیدا ہوتی ہے۔ اسکو تحلیہ کہتے ہیں۔

ضیاء القلوب میں ہے۔

وصول الی اللہ بدون نفی ماسوا اللہ ممکن نیست۔
یعنی وصول الی اللہ بغیر نفی ماسوا اللہ کے ممکن نہیں ہے۔
اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتنی یاد کرو کہ لوگ تم کو مجنون کہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے ذکر میں سالک کو اتنا مشغول ہونا چاہیے کہ دیوانہ بن جائے اور صرف اُسی کا خیال رہے اور ماسوا سے نفی ہو جاوے۔ اور اس کے عشق و محبت کے غلبے کی یہ حالت ہو کہ سوائے اُس کی یاد کے دل کو چین نہ آوے۔

لقد لسعت حیة الھوی کبدی فلا طبیب لھا ولا براقی
میرے جگر میں عشق کے سانپ نے ڈسا ہے اُس کا نہ کوئی معالج ہے نہ جھاڑنے والا
الا الحبیب الذی شغفت بہ فعندہ رقیتی و تریاقی
مگر وہ محبوب جس پر میں عاشق ہوں کہ اس کے پاس میرا جھاڑ اور میرا تریاق ہے
اور اسکی غلبۂ یاد میں اسقدر مستغرق ہو جائے کہ غفلت کو کفر سمجھنے لگے اور یہ کیفیت ہو جائے کہ ؎

ولو خطرت لی فی سواک ارادۃ
علی خاطری سہوا حکمت بردتی

ترجمہ:۔ اگر میرے دل میں تیرے سوا اور کسی کا خطرہ بھول سے بھی آوے تو میں اپنے کو مرتد ہونے کا فتویٰ دوں۔ ؎

ہر آں کو غافل از وے یک زماں است
در آں دم کافر است اما نہاں است

ترجمہ:۔ جو آدمی کہ اس سے ذرہ دیر بھی غافل ہے تو وہ اسوقت کافر ہے مگر پوشیدہ کافر ہے مشائخ رحمہم اللہ نے بہت کوشش کی اور مرید کے لیے کوئی دوا قلب کو زیادہ صفائی دینے والی ذکر پر مداومت سے بڑھکر نہ دیکھی پس قلب کی جلا میں ذکر کا حکم مثل کنکریوں کے ہے تانبے کے برتن کو صاف کرنے میں اور ذکر کے سوا اور عبادتوں کا حکم مثل صابون کے ہے تانبے کے برتن کو صاف کرنے میں۔ مداومت ذکر سے سالک پرندے کے مثل بہت جلد راہ قرب میں اُڑتا ہے اور غیر ذکر کے طریقے سے بہت دیر لگتی ہے۔ مداومت ذکر سے قلب میں صفائی پیدا ہوتی ہے اور صفائی سے حضوری حاصل ہوتی ہے اور حضوری سے مراد یہ ہے کہ بندہ کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے اور گویا اُسکو دیکھ رہا ہے جبتک بندہ کی یہ حالت رہتی ہے وہ حضوری میں ہے اور جب یہ حالت

حاضر رہتی ہے تو حضوری میں نہ رہا حضوری سے نکل گیا۔

مدارجِ ذکر

جب سالک ذکر کرنا شروع کرتا ہے تو پہلے شروع شروع میں غفلت کیساتھ ذکر ہوتا ہے اس سے سالک کو مایوس ہو کر ذکر کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ کر کے اس سے امید رکھنی چاہیے۔ اور ذکر میں لگے رہنا چاہیے جب اللہ کے فضل پر بھروسہ کر کے سالک ذکر کرتا ہے تو انکے فضل وکرم سے غفلت کیساتھ ذکر ہوتے ہوتے بیداری کے ساتھ ذکر ہونے لگتا ہے پھر اس سے ترقی کر کے حضوری کے ساتھ ذکر ہونے لگتا ہے پھر اس سے ترقی کر کے غیبت عما سوی اللہ کے ساتھ (جسکو معاینہ بھی کہتے ہیں) ذکر ہونے لگتا ہے اور وہ اس مقام کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں۔ وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ۔ ترجمہ۔ یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے (یعنی ماسوی اللہ کو) مطلب یہ کہ جب تو ماسوا اللہ کو بھول جائے گا تو تو ذاکر حقیقی ہوگا اور تجھ سے ذکر بے قصد نکلے گا اور غیبت عما سوی اللہ فنا کا مقام ہے اس مقام میں سالک اپنے سے اور اپنے ذکر سے بھی فنا ہو جاتا ہے اور صرف مذکور رہ جاتا ہے اور اسکا ذکر بے قصد و اختیار جاری ہوتا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی زبان بن جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اللہ تعالیٰ زبان بن جاتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہے اور کان بن جاتا ہے اور ہاتھ بن جاتا ہے اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ سالک خدا بن جاتا ہے یا خدا سالک بن جاتا ہے یا خدا سالک میں حلول کر جاتا ہے یہ عقیدہ شرک ہے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ سالک مثل بانسری کے بن جاتا ہے جیسے بانسری خود نہیں بولتی بانسری بجانے والا بولتا ہے بجانے والا جو آواز بولتا ہے وہ آواز بانسری میں سے نکلتی ہے اور بانسری محض جماد بے اختیار ہے ایسے ہی سالک پر جب اللہ تعالیٰ کی یاد اور دھیان کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ بے اختیار ہو جاتا ہے اور اسکی زبان سے وہی نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے آنکھ سے وہی دیکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کان سے وہی سنتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہے ہاتھ سے وہی پکڑتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اسی معنی کو کہا گیا ہے کہ سالک فانی کی زبان خدا کی زبان اور اس کی آنکھ خدا کی آنکھ اور اسکا کان خدا کا کان اور اسکا ہاتھ خدا کا ہاتھ بن جاتا ہے۔ یہاں حلول واتحاد نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کسی شئے میں حلول کرے یا کسی شئے کیساتھ متحد ہو جائے مقام معاینہ سے ترقی کر کے سالک مقام مشاہدہ کو پہنچتا ہے اور ترقی

کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ ترقی کی انتہا نہیں شعر شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تا مل در آئینۂ دل کنی　　　　صفائی بتدریج حاصل کنی

دل کے آئینہ میں تو غور کرتا رہ　　　　آہستہ آہستہ صفائی حاصل کرتا رہ

ترتیب ذکر مبتدیوں کیلئے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر یا شیخ طریقت جو تعلیم کرے اسکو اتنا لازم پکڑے اور اُسپر اتنی مداومت کرے کہ ذکر دل کی صفت لازمہ بن جاوے اور جوہر دل کیساتھ متحد ہو جاوے اسی مقام کو کہا گیا ہے کہ ذکر ذاکر اور مذکور ایک چیز ہو جاویں اور ایک چیز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ذاکر ذکر میں اتنا فنا ہو جاوے کہ اُسے اپنی اور اپنے ذکر کی خبر نہ رہے صرف مذکور پیش نظر رہے متوسطوں کیلئے بعد ادائے فرائض و واجبات وسنن تلاوت قرآن ہے اور جو خاصیت کہ مبتدیوں کو مداومت ذکر سے پیدا ہوتی ہے وہ ان کو تلاوت قرآن سے حاصل ہوتی ہے مع زوائد دیگر مثل تجلیات صفات بواسطہ تلاوت آیات مختلفہ ومعانی متنوعہ و دقائق فہوم وحقائق علوم اور منتہیوں کیلئے فاضل تر اور کامل تر چیز نماز ہے اسلئے کہ نماز ایک جامعہ تامّہ عبادت ہے کہ تمام اجزاء عبادت جیسے تلاوت تسبیح۔ تحمید درود وسلام دعا قیام رکوع سجود خشوع خضوع وغیرہ سب اسمیں موجود ہیں پس جب تک کہ سالک کا نفس خوب خوشی اور رغبت کیساتھ اور ذوق شوق اور انس ومحبت کیساتھ اور دلی خواہش واطمینان کے ساتھ نماز میں مشغول رہے اس وقت تک نماز میں مشغولی بہتر ہے اور جب نماز سے دلمیں بے رغبتی اور ملال پیدا ہو تو بحکم وقت درجہ صلوٰۃ سے درجہ تلاوت پر آوے یہ بہتر ہے اس لئے کہ تلاوت میں بہ نسبت صلوٰۃ کے آسانی ہے پھر اگر تلاوت سے بھی طبیعت میں ملال اور تھکان پیدا ہو اور جی اکتا وے تو اس درجہ سے اتر کر ذکر پر آوے یہ اسکے لئے بہتر ہے اسلئے کہ ذکر میں مشغول ہونا بہ نسبت تلاوت کے آسان ہے اور اگر ذکر سے ملال ہو اور دل راغب نہ ہو تو مراقبہ میں مشغول ہو کیونکہ مراقبہ میں بہ نسبت ذکر کے آسانی ہے اور اگر اُس کا بھی جی نہ چاہے تو تھوڑی دیر استراحت کرے جوارح واعضاء کو آرام دے تا پھر از سر نو رغبت نماز یا تلاوت یا ذکر وغیرہ کی پیدا ہو اور ہرگز نفس پہ جبر کر کے اس کو ایسی طاعت میں نہ لگاوے جس سے اُسکو ملال ہوتا ہو اسلئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اپنے نفسوں کیطرف ناپسندیدہ نہ کرو (یعنی نفس پر جبر کر کے ایسی طاعت اُس سے مت لو جس سے اُسکو بے رغبتی اور ملال اور ناپسندیدگی پیدا ہو

ظاہری آداب

آداب تلاوت قرآن مجید

اول غایت احترام سے باوضو رو بقبلہ بیٹھے دوم پڑھنے میں جلدی نہ کرے۔ ترتیل و تجوید سے پڑھے۔ سوم رونے کی سعی کرے چاہے بتکلف ہی کیوں نہ ہو۔ چہارم آیات رحمت و آیات عذاب کا حق ادا کرے پنجم اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف و حرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے۔ ششم خوش الحانی سے پڑھے خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔

(باطنی آداب)

اول کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے دوم حق سبحانہ و تقدس کی علو شان اور رفعت کبریائی کو دل میں رکھے کہ جسکا یہ کلام ہے۔ سوم دل کو وساوس و خطرات سے پاک رکھے چہارم معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب تمام رات اس آیت کو پڑھ کر گذار دی۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ترجمہ:۔ یا اللہ اگر تو انکو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر مغفرت فرماوے تو تو عزت و حکمت والا ہے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ایک رات اسی آیت کو پڑھ کر صبح کر دی وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ط ترجمہ:۔ او مجرمو آج قیامت کے دن فرماں برداروں سے الگ ہو جاؤ پنجم جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو انکا تابع بناوے مثلاً اگر آیت رحمت زبان پر ہے تو دل سرور محض بن جاوے اور آیت عذاب اگر آگئی ہے تو دل لرز جاوے ششم کانوں کو اس درجہ متوجہ بناوے کہ گویا خود حق سبحانہٗ و تقدس کلام فرما رہے ہیں اور یہ سن رہا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف و کرم سے ہم سب کو ان آداب کیساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔ مصباح الھدایہ فارسی ترجمۂ عوارف المعارف کا مضمون یہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کا ادب یہ ہے کہ اسکے سننے میں خوب کان لگاوے اور نفس کیساتھ باتیں نہ کرے اور کلام الٰہی سننے میں خوب اس درجہ متوجہ ہو وے کہ جب کبھی اُسکی زبان پر یا کسی دوسرے کی زبان پر نماز میں یا غیر نماز میں قرآن مجید کی کوئی آیت یا کوئی کلمہ جاری ہو تو اُسکو متکلم حقیقی (یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ) سے سنے اور اپنی زبان کو یا دوسرے کی زبان کو درمیان میں محض واسطے جانے کہ حق سبحانہٗ اس زبان کے ذریعہ سے اپنے کلام پاک کو اسکے کان میں پہنچاتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے

بلواسطہ درخت کے اپنے کلام قدیم کو کہ اِنِّی اَنَا اللّٰہُ (بیشک میں اللہ ہوں) موسٰی علیہ السلام کے کان میں پہنچایا۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

نماز کو سمجھ کے اور حضوری قلب کیساتھ پڑھنا چاہئے اور اس طرح پڑھنا چاہیے کہ گویا اللہ تبارک و تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور قرۃ عین آنکھ کی ٹھنڈک و فرحت و سرور حاصل ہو فقیہہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ کی تنبیہ الغافلین میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بعض تم میں سے بیشک نماز پڑھتا ہے تو اسکے لئے نماز سے نہیں لکھا جاتا مگر ایک تہائی یا ایک چوتھائی یا پانچواں حصہ یا چھٹا حصہ یہاں تک کے دسویں حصہ تک ذکر فرمایا مطلب یہ ہے کہ نماز سے اُس کے لئے نہیں لکھا جاتا مگر اتنا ہی حصہ جتنا سمجھ کے پڑھے نہ وہ حصہ جس میں غفلت کرے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس آدمی نے دو رکعت نماز پڑھی اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کیطرف متوجہ ہوکر تو وہ گناہوں سے نکل کر ایسا پاک ہو جاتا ہے کہ جیسے اُس دن تھا جب کہ اس کو اس کی ماں نے جنا تھا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے صرف نماز کو پڑھ لینا ہی نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ نماز کو قائم کرو چنانچہ فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ترجمہ قائم کرو نماز کو اور نماز کو قائم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ نماز کے ارکان و واجبات و سنن کو خوب اچھی طرح ادا کرنا اور نماز کے حدود و آداب کی ظاہراً و باطناً اچھی طرح حفاظت کرنا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے شہود میں متوجہ رہنا فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ یعنی میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے آنکھ کی ٹھنڈک سے مراد نہایت خوشی و فرحت اور غایت سرور و لذت ہے حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ فرماتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ نماز میں مجھے نہایت خوشی و فرحت اور غایت سرور و لذت حاصل ہوتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اسمیں رب جل جلالہٗ کا مشاہدہ ہوتا ہے

سوال:۔ کیا قرۃ عین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے یا آپ کی اُمت میں سے اوروں کو بھی اسمیں سے حصہ ہے۔

جواب:۔ رب جل جلالہٗ کے جلال و جمال کے مشاہدہ کے سبب سے قرۃ عین بمقدار معرفت مشہود کے ہوتی ہے یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی جتنی زیادہ معرفت ہوتی ہے اتنی مقدار کے مطابق نماز میں زیادہ فرحت و سرور پیدا ہوتا ہے۔ جتنی معرفت زیادہ تر اتنا

مشاہدہ کا ملتا اور جتنا مشاہدہ کا ملتا اُتنا ہی فرحت و سرور زیادہ تر۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل کسی کو معرفت نہیں اسلیئے کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل نماز میں قرۃ عین (آنکھ کی ٹھنڈک) حاصل نہیں ہو سکتی۔ حاصل جواب کا یہ ہے کہ نماز میں قرۃ عین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے خاص نہیں ہے بلکہ اوروں کو بھی حاصل ہوتی ہے مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرۃ عین نہایت اعظم و اعلیٰ ہے بہ نسبت اوروں کی قرۃ عین کے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ قرۃ عین نماز میں حاصل نہیں ہو سکتی مگر اُسی کو جس سے وساوس نفسانیہ و شیطانیہ دور ہو گئے ہوں لیکن جو شخص کہ وساوس نفسانیہ و شیطانیہ میں ڈوبا ہوا ہو تو اُسکو قرۃ عین یا حضور قلب ہونا دُشوار ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ فرمایا بالصلوٰۃ نہیں فرمایا اسلیئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرۃ عین نماز سے نہیں ہوتی تھی اسلیئے کہ نماز تو غیر رب اور ماسوی اللہ ہے بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرۃ عین حق سبحانہ کے جلال و جمال کے مشاہدہ سے ہوتی تھی اور مشاہدہ صلوٰۃ سے علیحدہ چیز ہے اسلیئے قرۃ عینی بالصلوٰۃ نہیں فرمایا بلکہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ فرمایا یعنی نماز پڑھتے ہیں جو مشاہدہ ہوتا ہے اُس سے قرۃ عین ہوتی ہے نہ نماز سے غرض اولیاء اللہ اور کاملین کو بھی قرۃ عین سے حصّہ ملتا ہے مگر مقدار اُنکی معرفت کے۔

کیفیت نماز منتہی

منتہی کی نماز کی کیفیت مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی جلد ۲ میں اس طرح درج ہے "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز میں قرآن پڑھنے کے وقت اور تسلیمات اور تکبیرات ادا کرنے کیوقت خود کو شجرۂ موسوی کے رنگ میں پاتا ہے اور اپنے قویٰ اور جوارح کو آلات و وسائط سے زیادہ نہیں جانتا اور کبھی ایسا پاتا ہے کہ نماز ادا کرنے میں باطن اور حقیقت ظاہر اور صورت سے بالکل تعلق توڑ کر عالم غیب کیساتھ ملحق ہو گیا ہے اور ایک نسبت مجہول الکیفیت غیب کیساتھ پیدا کر لی ہے اور جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو پھر رجوع کرتا ہے۔"

نماز میں قرۃ عین اور حضوری پیدا ہونے کیلیئے پہلے وساوس نفسانیہ و شیطانیہ کا دور ہونا ضروری ہے اور وساوس شیطانیہ کو دور کرنے کیلیئے ذکر پر مداومت کرنی چاہیئے اور وساوس نفسانیہ کو دور کرنیکے لیئے تقویٰ حاصل کرنا چاہیئے اور ہر حالت میں اللہ عزوجل کی مدد مانگنا اور اُسکی پناہ پکڑنا اور اُس پر بھروسہ کرنا ضروری ہے وہی اپنے فضل و کرم سے وساوس شیطانیہ و نفسانیہ دور کرے۔ آمین۔

نماز میں حضوری حاصل ہونے کے طریقے

تعلیم الدین صفحہ ۸۹ میں ہے کہ نماز میں حضوری حاصل ہونے کے کئی طریق ہیں ایک یہ خیال کرنا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں

دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں تیسرا یہ کہ معنی کا خیال رکھنا چوتھا ہر لفظ کو بقصد منہ سے نکالنا کہ کوئی لفظ محض یاد سے نہ پڑھے ہر ہر لفظ پر قصد کرنا چاہئے کہ اب یہ کہونگا پھر یہ کہونگا۔ پانچواں طریق یہ سمجھنا کہ میری عمر کی یہ آخری نماز ہے شاید اب عمر کا خاتمہ ہوجاوے ان طریقوں میں سے جو طریق آسان اور دلچسپ ہو اُسکو اختیار کرے۔

نماز میں خطرات کا آنا مضر نہیں

نماز میں جو خطرات آتے ہیں اُسکے متعلق یہ جاننا ضروری ہے کہ نماز میں خود سے خطرات کا لانا یا نماز میں از خود آئے ہوئے خطرات کے پیچھے لگنا مضر ہے اور مانع حضور ہے اور جو خطرات کہ از خود آویں اور اُن کی طرف التفات نہ کیا جاوے اور اُن کے پیچھے نہ لگا جاوے وہ مضر نہیں اور مانع حضور نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی معشوق نے اپنے ایک عاشق کو طلب کیا وہ عاشق اپنے معشوق کی ملاقات کے خیال میں چلا جارہا ہے اور راستے میں اُسکو بہت خوبصورت آدمی اور بہت نفیس گھوڑے اور بہت عمدہ ہاتھی وغیرہ ملتے ہیں مگر وہ کسی کیطرف متوجہ نہیں ہوتا اور سیدھا معشوق ہی کی [illegible] پہنچ جاتا ہے تو وہ خوبصورت آدمی اور نفیس گھوڑے اور عمدہ ہاتھی وغیرہ اس کا کچھ بھی نقصان نہیں کرتے اور اگر ان خوبصورت آدمی اور نفیس گھوڑے وغیرہ کو دیکھنے میں رہ جائے یا اُنکی طرف التفات کرے تو البتہ نقصان ہے ایسے ہی نماز میں جو شخص کہ معشوق حقیقی کے مشاہدے میں لگا رہے پھر اگر خطرات وارد بھی ہوں مگر ان کی طرف التفات نہ کرے اور اُنکے پیچھے نہ لگے تو کچھ بھی نقصان نہیں اسلئے خطرات کیطرف التفات ہی نہ کرنا چاہئے۔

علاج الاثام میں ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دلمیں ایسے ایسے خطرات آتے ہیں کہ جنکو زبان پر لانے سے میں اس بات کو بہتر جانتا ہوں کہ جلکر کوئلہ ہو جاؤں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُسکا معاملہ وسوسہ ہی تک رہا۔ حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شیطان نماز میں آکر مجھے حائل ہوجاتا ہے یہاں تک کہ پڑھنے میں بھی شک ڈال دیتا ہے ایسے موقع پر کیا کرنا چاہئے آپ نے فرمایا کہ اُس شیطان کا نام خنزب ہے جب جانو کہ وہ آگیا ہے تو خدا سے پناہ چاہو اور تین مرتبہ بائیں طرف تھتکار دو فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا الحمدللہ کہ اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس وسوسہ کو مجھ سے دفع فرمایا نیز ایک مرتبہ کسی اور نے بھی آپ سے ایسا ہی دریافت کیا تھا جسپر آپ نے ارشاد فرمایا تھا

کہ تم ان خطرات کی طرف مطلق توجہ مت کرو اور اپنی نماز میں لگے چلے جاؤ تا وقتیکہ تم نماز کو نہ پڑھ لو گے ایسا ہی ہوتا رہے گا اور جب پڑھ چکو تو بطور سرزنش کے کہہ دو کہ اے شیطان جسطرح تو نے کہا تھا میں نے نماز کو ویسا پورا نہیں کیا یعنی نہیں دوبارہ اس کو دہراؤں گا اور نہ تیرے کہنے کیطرح اس کو پورا ہی کر دونگا تو دفع ہو۔ اللہ تعالےٰ کریم اور مہربان ہے وہ مجھ سے ایسی ہی نماز کو قبول فرمائے گا تو اپنی رہنے دے۔ خلاصہ یہ کہ چونکہ خطرات کا دل میں آجانا انسانی اختیار سے باہر کی بات ہے اور تکلیف مالا یطاق کا مسئلہ نہیں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف مالا یطاق نہیں دیتا) لہذا خطرہ کے محض آجانے سے نماز میں کچھ نقصان نہیں آتا البتہ خطرہ کو خود قائم کرنا اور دل میں لانا یا آئے ہوئے خطرے میں پڑ کر چھیڑ چھاڑ کرنا و دلچسپی لینا۔ حتیٰ کہ اس کے دفع کرنے میں بھی توجہ کرنا کہ یہ بھی ایک مستقل خطرہ ہے بیشک برا ہے چاہئیے کہ اگر خطرہ آجائے تو اسکی طرف مطلق التفات نہ کرے بلکہ نماز میں قرآت وغیرہ کیطرف اپنی توجہ کو منعطف کر لے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ خطرہ کے آجانے سے نماز ہی کو بیکار سمجھتے ہیں یا چھوڑ بیٹھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں بلکہ اگر ایسا ہے تو سمجھنا چاہئیے کہ شیطان کا داؤ چل گیا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا کہ ان ترکیبوں سے ایک نمازی کو بے نمازی کر کے چھوڑا۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ وہ اپنا بہکانے کا کام کرتا مگر تم اپنے کام سے کسی طرح باز نہ آتے یہانتک کہ وہ اپنا سر پیٹ کر رہ جاتا نہ یہ کہ اسکی موافقت ہی کر لی۔ العیاذ باللہ منہ خیر متین ط ترجمہ حصن حصین صـ ۲۰۵ میں ہے۔ اور جو شخص مبتلا ہو وسوسہ میں یعنی اعتقاد میں وسوسہ ہوتا ہو یا بدن کے اعمال میں تو چاہئیے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ط پڑھے اور وسوسے سے باز رہے نقل کیا اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی نے ف۔ یعنی وسوسے سے جسطرح ہو سکے باز رہے میرک شاہ نے کہا کہ اگر اعوذ پڑھنے سے وسوسہ نہ جاوے تو اٹھ کھڑا ہو اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جاوے۔

اور صـ ۲۰۶ میں ہے کہ اور اگر وسوسہ عملوں میں ہو یعنی نماز و وضو وغیرہ میں تو ایسا وسوسہ ڈالنے والا شیطان ہے جس کو خنزب کہتے ہیں اسوقت آدمی کو چاہئیے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے اور اپنے بائیں طرف تین بار تھوکے نقل کیا اسکو مسلم بن ابی شیبہ نے

دوسرا طریقہ تحصیل نسبت کا فکر ہے

فکر کا بیان | حدیث شریف میں ہے کہ ایک ساعت کا فکر کرنا برس روز کی عبادت سے بہتر ہے

اور کلام مجید میں عبرت اور تدبیر اور تامل اور تفکر کی ترغیب بہت ہے چنانچہ کلام اللہ میں ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ؕ

ترجمہ:۔ وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور دھیان کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں اے رب ہمارے تو نے یہ عبث نہیں بنایا۔

مذاق العارفین میں ترجمہ احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۹۲ میں ہے۔

دوام ذکر سے نوبت انس کی اور دوام فکر سے کمال معرفت اور کمال معرفت وانس سے محبت کا مقام ملتا ہے اور محبت کے بعد رضا اور توکل وغیرہ مقامات ملتے ہیں الخ تفکر ذیل کی پانچ چیزوں میں کرنا چاہیے۔

(۱) آیات و علامات میں (۲) آلاء و نعماء میں۔ (۳) ثواب میں (۴) عذاب میں (۵) اللہ تعالیٰ کے احسان اور اپنی جفا میں۔

آیات و علامات میں تفکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو جو پیدا کیا ہے اور سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور مغرب میں لیجاتا ہے اور رات و دن کو ایک دوسرے کے پیچھے لاتا ہے اور طرح طرح کی مخلوقات پیدا کی اسمیں غور کرنا جب آدمی ان میں غور کریگا تو یقین و معرفت میں زیادتی ہوگی اور آلاء و نعماء میں تفکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ظاہری و باطنی میں غور کرے مثلاً ہاتھ اور ہاتھ کی قوت و صنعت اور چہرہ اور چہرہ کی خوبصورتی اور چہرہ میں آنکھیں کان ہونٹ منہ میں زبان اور زبان میں بولی وغیرہ پیدا کی جب ان نعمتوں میں آدمی غور کریگا تو اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے گی اور تفکر ثواب میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبرداروں کیلئے جنت میں جو جو نعمتیں رکھی ہیں انہیں غور کرے ان میں غور کرنے سے طاعت الٰہی کی رغبت پیدا ہوگی اور عذاب میں تفکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گنہگاروں کیلئے جہنم میں جو عذاب سانپ بچھو گرم پانی پیپ وغیرہ رکھا ہے ان میں غور کرے انمیں غور کرنے سے ڈر پیدا ہوگا اور گناہوں سے باز رہے گا اور احسان میں تفکر کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ جو بھلائی و نیکی کی ہے اس میں غور کرے مثلاً ہمارے پوشیدہ عیبوں اور گناہوں کو چھپایا اور ہم کو رسوائی و ذلیل نہ کیا اور باوجود مستحق عقاب کے ہونے کے ہم پر عتاب نازل نہیں کیا اور اپنی جفا میں تفکر یہ ہے کہ باوجود اسکے احسانات کے اس کے اوامر کو ہم بجا نہیں لائے اور نواہی سے نہ بچے انمیں غور کرنے سے حیاء و شرمندگی پیدا ہوگی اور آخرت کی طرف رغبت بڑھے گی جب ان پانچ امور میں آدمی تامل و تفکر اور غور

وقت بسر کرے گا تو ان لوگوں میں سے ہو گا جنکے بارے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور شفاء العلیل ص۲۲ میں ہے ۔
جان رکھا ئے مخاطب کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو چیز پر ترغیب اور آمادگی دلائی ایک ذکر پر اور مراد ذکر سے وہ ہے جو زبان سے بولا جائے اور دوسرے فکر پر اور مراد اس سے مراقبہ ہے ۔"
اور اسی کتاب کے ص۲۳ میں مراقبہ کے معنی اس طرح لکھے ہیں ۔
مراقبہ تو بزرگان طریقت کے نزدیک بہت اقسام پر ہے اور جامع ان اقسام کثیرہ کا ایک امر ہے وہ یہ ہے کہ ایک آیت قرآنی یا کوئی کلمہ زبان سے کہے یا اُسکا دل میں خیال کرے اور اُس کے معنی کو خوب طرح بوجھے پھر تصور کرے کہ یہ مدعا کیوں کر ہے اور اسکی تحقیق و ثبوت کی کیا ضرورت ہے پھر اُسی صورت پر خاطر کو جمع کرے اس طرح پر کہ سوائے اسکے کوئی خطرہ نہ آوے یہاں تک کہ اسمیں استغراق محقق ہو اور ایک طرح کی ربودگی اور غفلت اسکے ماسوا سے حاصل ہو ۔
غرض مراقبہ میں خاطر جمع کرنے سے غفلت عما سوی اللہ حاصل ہوتی ہے جسکو معاینہ کہتے ہیں اور معاینہ میں ترقی کرنے سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے مراقبہ مثلاً اس طرح کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے سُنتا ہے میرے ساتھ ہے میرے پاس ہے مراقبہ میں دلجمعی اور استغراق سے اپنی صفات کی نفی اور اسکی صفات کا اثبات ہوتا ہے اور اُسمیں ترقی ہونے سے مشاہدہ کا حصول ہوتا ہے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو پس اگر تم اُسے نہیں دیکھتے ہو تو وہ تم کو دیکھتا ہے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اگر اس طرح عبادت نہو سکے تو اسطرح عبادت کرو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو ۔ یہ اشارہ ہے مشاہدہ کی طرف اور وہ تم کو دیکھ رہا ہے یہ اشارہ ہے مراقبہ کی طرف یہ حدیث تصوف کی اصل ہے ۔
مشاہدہ کے معنی ہیں اللہ عزّوجل کو بلا کیف و انحصار اور بغیر حلول و اتحاد کے دل کی آنکھ سے دیکھنا اور یہ مرتبہ اعلیٰ ہے اور مراقبہ کے معنی ہیں دھیان کرنا کہ اللہ عزوجل ہم کو دیکھتا ہے جانتا ہے سنتا ہے وغیرہ یہ اُس سے ادنیٰ مرتبہ ہے ۔ حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ عمدہ اور اچھی عبادت وہ ہے کہ جس کے ساتھ مشاہدہ یا مراقبہ ملا ہوا ہو اور عبادت نماز میں ہی

منحصر نہیں ہے بلکہ جو کام کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی و تابعداری اور اطاعت و فرماں برداری کے
ہیں وہ سب عبادت میں داخل ہیں اسلئے اُس کی ہر عبادت میں کیفیت مشاہدہ یا مراقبہ کی شامل
ہونی چاہیئے بدون اُسکے عبادت اچھی نہ ہوگی۔ تصوّف میں اسی احسان کو حاصل کرنے کی
ترکیبیں تبلائی جاتی ہیں۔ اور اُن پر عمل اور مشق کرائی جاتی ہے تاکہ عبادت میں مشاہدہ یا
مراقبہ کی کیفیت حاصل ہو۔ اور عبادت عمدہ طریقہ سے ادا ہو۔

باعتبار اقسام و اوقات عبادت کے اور باعتبار معرفت و صفائی قلب کے مشاہدہ
و مراقبہ کی کیفیات میں تفاوت اور کمی و زیادتی اور ضعف و شدّت ہوسکتے ہیں مثلاً نماز
میں جو اعلیٰ قسم کی عبادت ہے اور جو خاص اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت کیلئے موضوع ہے
اس میں جتنا مشاہدہ ہوگا اُتنا اور عبادت میں نہیں ہوسکتا اور جتنی معرفت و صفائی
زیادہ ہوگی اُتنا ہی مشاہدہ قوی اور کامل ہوگا پیران طریقت کی صحبت میں رہنے اور اُن کی
تابعداری و فرماں برداری کرنے سے مشاہدہ کی دولت حاصل ہوسکتی ہے جو شخص صرف
دُنیا کی اشیاء کو ہی دیکھتا ہے اور اُن کے اندر یا اُن کے ساتھ یا اُنکے پہلے یا انکے بعد
اللہ عزوجل کو نہیں دیکھتا تو ایسا شخص انوار الٰہیہ سے محروم ہے جنکے ذریعہ اللہ عزوجل
کا مشاہدہ مذکورہ وجوہ میں سے کسی وجہ سے ہوتا ہے اور جو حضرات کہ انوار الٰہیہ سے
فیضیاب ہیں وہ اللہ عزوجل کا مشاہدہ کئی وجہوں سے کرتے ہیں بعض حضرات اللہ عزوجل
کو اشیاء سے پہلے دیکھتے ہیں جب اُنکی آنکھ کسی چیز پر پڑتی ہے مثلاً کسی حیوان کو دیکھتے
ہیں تو اُسکو دیکھتے ہی یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ قائم ہے اور اللہ تعالیٰ
کا اُس میں ظہور ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اسکو چلاتا ہے اور وہی اُسکو ٹھہراتا ہے اور وہی
کھلاتا پلاتا پرورش کرتا ہے۔ قبل اس خیال آنے کے کہ یہ حیوان آدمی ہے یا بکری ہے یا لمبا ہے
یا چھوٹا ہے یا کالا ہے یا گورا ہے وغیرہ۔ اور بعض حضرات اللہ عزوجل کو اُس حیوان کو دیکھنے کے
بعد دیکھتے ہیں اور بعض حضرات اللہ عزوجل کو اُس حیوان کے ساتھ دیکھتے ہیں اور بعض حضرات
اللہ عزوجل کو اس حیوان کے اندر دیکھتے ہیں جو حضرات کہ اللہ عزوجل کو اشیاء سے پہلے دیکھتے
ہیں وہ وہ ہیں جو مؤثر سے آثار پر دلیل پکڑتے ہیں اور جو حضرات کہ اللہ عزوجل کو اشیاء کے بعد
دیکھتے ہیں وہ وہ ہیں جو آثار سے مؤثر پر دلیل پکڑتے ہیں۔ اور اللہ عزوجل کو اشیاء کے ساتھ
دیکھنا اور اندر دیکھنا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ چیزوں کے ساتھ اس طرح ملا ہوا
ہے جیسے جسم جسم کے ساتھ یا چیزوں کے اندر حلول کئے ہوا ہے جیسے ایک جسم دوسرے جسم کے اندر اسلئے کہ اللہ تعالیٰ

جسم نہیں ہے اور اشیاء کیساتھ یا اندر اللہ تعالیٰ حلول و اتحاد کے طور پر نہیں ہے۔ اللہ عزوجل کو اشیاء کے ساتھ دیکھنا یا اشیاء کے اندر دیکھنا اور طرح پر ہے یہ مشاہدہ ذوقی ہے۔ نہیں حاصل ہوتا مگر ساتھ ذوق کے۔

کیفیت مشاہدہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مشاہدے کی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی ہے اور نہ اُسکی جہت و صورت و ہیئت متعین ہو سکتی ہے۔ بلاکیف و بلاجہت و بغیر حلول و اتحاد کے مشاہدہ اللہ عزوجل کا دُنیا میں بھی اولیاء اللہ کو ہوتا ہے اور آخرت میں تمام مومنین کو رویت و مشاہدہ اللہ عزوجل کا ہوگا۔ چنانچہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ جلد ۲ کی فارسی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

بہشت میں مومن تمام بصر ہو کر خدا عزوجل کو دیکھیں گے کوئی جہت ثابت نہ ہوگی۔ اولیاء اللہ کو بحکم تخلقو باخلاق اللہ دُنیا میں یہ دولت حاصل ہوتی ہے اور تمام بصر ہو جاتے ہیں اگرچہ ویسی رویت نہیں ہوتی جو مخصوص آخرت کیساتھ ہے۔ لیکن پھر بھی حکم میں رویت کے ہے یہ جو کہا گیا کہ بحکم تخلقوا باخلاق اللہ اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ کلہ بصر و کلہ سمع و کلہ علم بس بزرگوں نے کہا ہے کہ جو حضرات کہ متخلق باخلاق اللہ ہیں ان کو اس بات سے بھی حصہ ہونا چاہیئے ہر صفت اُن حضرات کی اُس مقام میں کلیت کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے مثلاً تمام بصر ہو جاتے ہیں اور تمام مومنوں کو آخرت میں یہ نسبت عنایت فرما کر رویت کی دولت سے مشرف کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ؟

اور اُسی مکتوب میں ہے۔

دائرہ موہومہ کو جو نقطہ جوالہ سے پیدا ہوتا ہے اس نقطہ کے ساتھ کوئی جہت ثابت نہیں ہے اور وہ نقطہ اس دائرہ کی جہات سے باہر ہے اگر بالفرض وہ دائرہ بتمامہ بصر ہو جاوے تو ضرور اس نقطہ کو بے جہت دیکھے گا اسلیے کہ جہت اُنکے درمیان میں مفقود ہے اسی طرح اگر دیکھنے والا تمام بصر ہو جائے اور حق جلّ و علا کو بے جہت دیکھے اُسمیں کیا محظور لازم آتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کا وجود موہوم ہے اور اللہ تعالیٰ کا وجود حقیقی ہے ان دونوں کے درمیان کوئی جہت ثابت نہیں ہے۔ جیسے نقطہ جوالہ یعنی لکڑی کے سرے کو آگ سے روشن کر کے اُسکو پھرانے سے ایک دائرہ موہومہ بن جاتا ہے اس نقطہ کو دائرہ

مجو یو مہ کیساتھ کوئی جہت ثابت نہیں ہے اگر وہ دائرہ تمام بصر بن جائے اور نقطہ کو دیکھے تو نقطہ اُس کو دکھائی دیگا مگر بے جہت اُسی طرح جو بزرگان دین کثرت ریاضت کرتے کرتے صفائی حاصل کر کے گویا تمام بصر بن جاتے ہیں وہ اللہ عزوجل کو دُنیا میں بھی بے جہت دل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور آخرت میں بھی بے جہت دیدار خدا جل وعلا سے مشرف ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

تیسرا طریقہ تحصیل نسبت کا

تیسرا طریقہ تحصیل نسبت کا صحبت و محبت و اعتقاد کامل بہم پہنچانا ہے مُرشد کے ساتھ۔ فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ ترجمہ سچوں کے ساتھ رہو۔ اس میں ایک طرح کا اشارہ ہے مُرشد کے ساتھ صحبت و محبت کی طرف اگر مرشد کامل اور شہود ذاتی کا واصل ہوگا تو اُسکی توجہ سے اندک زمانے میں وہ حاصل ہوتا ہے جو سالہا سال کی محنت میں حاصل نہیں ہوتا۔

شعر

یک زمانہ صحبتے با اولیاء ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

تھوڑی دیر اولیاء اللہ کی صحبت ۔۔۔ بہتر ہے برسوں کی بے ریا عبادت سے

فائدہ توجہ کا اس وقت ہوتا ہے جب مُرشد واصل بمقام مشاہدہ ہو اور نورانی بہ تجلیات ذاتیہ ہو۔ جسکے دیکھنے سے ذکر کا فائدہ حاصل ہو بموجب اس حدیث صحیح کے هُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہ ترجمہ:۔ اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب اُن کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آئے اور بموجب اس حدیث کے هم جلساء اللّٰہ یعنی اولیاء اللہ ہمنشیں ہیں خداعزوجل کے اور۔ بمقتضائے اُس حدیث معتمد کے هم قوم لا یشقی جلیسهم۔ یعنی اولیاء اللہ ایسی قوم ہیں کہ اُنکا ہمنشیں بدبخت نہیں ہوتا۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بموجب احادیث مذکورہ کے ولی کی علامت بتائی ہے ان اشعار میں۔

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت ۔۔۔ واز تو نرمید صحبتِ آب و گلت

زنہار ز صحبتش گریزاں میباش ۔۔۔ ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

یعنی جس کے پاس تو بیٹھے اور تجھے دلجمعی نہ حاصل ہو اور تجھ سے آب و گل کی صحبت (یعنی دُنیوی لذات و نفسانی خواہشات) نہ چھوٹے تو اُسکی صحبت سے تو

دور بھاگ ورنہ بزرگوں کی روح تجھے معاف نہیں کرے (یعنی بزرگوں کی روح بری صحبت میں بیٹھنے کی وجہ سے تجھ سے ناخوش ہوگی)۔
خلاصہ یہ ہے کہ جس کی صحبت سے دُنیا سرد ہو اور ہر طرف سے دل ٹوٹ کر حضرت حق سبحانہ سے متعلق ہو جاوے تو اُسکی صحبت اور محبت اکسیر اعظم ہے اور جب دُنیا دل سے نہ منقطع ہوئی تو تضیع اوقات ہے۔ اس کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے۔ پس واجب ہے کہ غلو عوام پر دھوکا نہ کھاوے۔ ہر شیخ سے بیعت نہ کرے بلکہ طریقت کی بیعت اُس مرشد کامل مکمل سے کرے جسکی ولایت کی علامات ظاہر اور باہر ہوں مولانا روم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ شعر
اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نشاید داد دست
اے مخاطب بہت سے آدمی شیطان ہیں پس ہر ایک سے مُرید نہ ہونا چاہیئے اعتقاد اور محبّت مُرشد کی بہت عمدہ چیز ہے لیکن افراط اور تفریط ہر امر میں معیوب ہے۔ ایسی افراط بھی بہتر نہیں جس میں مخلوق پرستی کی نوبت پہنچے اور شریعت محمدیہ کی مخالفت ہو جاوے۔ حق تعالیٰ ہر امر میں صراطِ مستقیم پر قائم رکھے آمین۔

اہلِ نسبت کے حالات رفیع الشان

حالات اہل نسبت

اے عزیز و جان لو کہ نسبت پر مداومت کرنے والے کے حالات رفیع الشان نوبت بہ نوبت ہوتے ہیں گاہے کوئی اور کبھی کوئی تو سالک کو چاہیئے کہ ان حالات رفیعہ کو غنیمت جانے اور معلوم کرنے کہ حالات مذکورہ طاعات قبول ہونے اور باطن نفس اور دل کے اندر اثر کرنے کے علامات ہیں۔
منجملہ احوال رفیعہ کے مقدم رکھنا ہے طاعات الٰہی کا اُسکے جمیع ماسوا پر اور اُسپر غیرت کرنا سو البتہ امام مالک رحمتہ علیہ نے مؤطا میں عبداللہ بن ابکر رضؓ سے روایت کی کہ ابو طلحہ رضؓ انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھتے تھے۔ تو ایک چڑیا خوش رنگ اُڑتی سو ادھر اُدھر جھانکتی پھرتی تھی اور نکل جانے کی راہ تلاش کرتی تھی یعنی درخت ایسے پیچاں اور زمین پر جھکے تھے کہ اس کا نکلنا دُشوار ہوا تو ابو طلحہ رضؓ کو یہ امر خوش معلوم ہوا تو ایک ساعت اپنی نظر کو اُسکے ساتھ دوڑا یا کئے پھر اپنی

نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ معلوم نہ رہا کہ کتنی پڑھی تو یہ کہا کہ یہ میرا مال یعنی باغ میرے حق میں فتنہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قصہ نقل کیا اور کہا یارسول اللہ یہ باغ خیرات ہے اللہ کی راہ میں اسکو رکھیے اور دیجیے جہاں کہیں چاہیے اور سلیمان علیہ السلام کا قصہ جس کا اس آیت میں اشارہ ہے فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ مشہور اور معلوم ہے۔ قصہ مجملاً یوں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک بار گھوڑوں کے دیکھنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ آفتاب ڈوب گیا نماز عصر قضا ہو گئی تو فرمایا کہ گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹی جاویں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہل کمال کے نزدیک طاعت حق ہر امر پر مقدم ہوتی ہے اگر احیاناً کسی چیز کی مشغولی نے طاعت حق میں خلل ڈالا تو غیرت اہل کمال اس چیز کو دفع کرنے کو مقتضی ہوتی ہے چنانچہ ابو طلحہ رضی نے عمدہ باغ خیرات کر دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کو مروا ڈالا۔

اور منجملہ حالات رفیعہ مذکورہ کے اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اس طرح پر کہ اسکا اثر بدن اور جوارح پر ظاہر ہو جاتا ہے حفاظ حدیث نے اصول میں یہ حدیث روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخصوں کو اللہ تعالےٰ اپنے سایہ رحمت میں رکھیگا یہاں تک کہ پانچواں شخص فرمایا کہ وہ مرد ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو خالی مکان میں یاد کیا پھر اس کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگیں۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ ایک قبر پر کھڑے ہوئے تو اتنا روئے کہ داڑھی تر ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب تہجد کی نماز پڑھتے تھے تو سینہ مبارک سے جوش کی آواز آتی تھی دیگ کے جوش کرنے کی طرح یعنی رونے کی ایسی آواز آتی تھی سینہ مبارک سے جیسے ہانڈی سن سن بولتی ہے۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ دوزخ میں نہ داخل ہوگا وہ مرد جو رویا اللہ کے خوف سے یہاں تک کہ دودھ تھن میں پھر جاوے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کثیر البکا تھے آنکھیں نہ تھمتی تھیں آنسوؤں سے جب کہ وہ قرآن مجید پڑھتے تھے۔

اور منجملہ حالات رفیعہ سچا خواب ہے حافظان حدیث نے روایت نقل کی کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک خواب نیک مرد سے نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ باقی رہے گا میرے بعد نبوت سے مگر مبشرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا اور مبشرات کیا ہیں ؟ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا نیک خواب جس کو نیک مرد دیکھے اسکے واسطے دوسرا نیک مرد سچا خواب دیکھے وہ نبوت کے چھیالیس ۴۶ حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ان کے واسطے بشارت ہے زندگانی دنیا میں تفسیر کیا گیا ہے۔ بروٗیائے صالحہ یعنی اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ بشارت دنیاوی سے سچا خواب مراد ہے منجملہ حالات رفیعہ کے فراست صادقہ ہے اور وہ خاطر جو مطابق ہے واقع کے سوالبتہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ بواسطہ نور الٰہی کے نظر کرتا ہے اور منجملہ حالات رفیعہ کے دعا کا قبول ہونا ہے اور ظاہر ہونا اسکا جسکا اللہ سے طالب ہے اپنی ہمت کی کوشش سے اور اسی کیطرف اشارہ حدیث میں ہے کہ بعضا شخص غبار آلودہ پریشان مو پرانے پھٹے کپڑوں والا جسکو کوئی خیال میں نہیں لاتا اگر وہ قسم کھا بیٹھے اللہ کے بھروسے پر تو حق تعالےٰ اس کی قسم کو سچا کر دے یعنی خدا کے نزدیک اس کی ایسی وجاہت ہے کہ جیسا اس نے کہا ویسا ہی کر دے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے حالات رفیعہ جو مذکور ہوئے اور مانند انکے اور حالات بلند دلالت کرتے ہیں مرد کی صحت ایمان پر اور اسکی طاعات کے قبول ہونے پر اور نور ہدایت کر جانے پر اسکے قلب کے باطن میں تو سالک انکو غنیمت جانے۔

باب ہفتم

اشغال و اذکار صوفیہ قدس سرہم

اشغال و اذکار وصول الی اللہ و تحصیل نسبت کیلئے صوفیہ رحمہم اللہ نے اشغال و اذکار مقرر کئے ہیں بعض لوگ انکو بدعت ہونے کا گمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں یہ اشغال و اذکار نہیں تھے۔ اسلئے بدعت سیئہ و ناجائز ہیں مگر یہ انکی

فہم کا قصور ہے دراصل بات یہ ہے کہ جس امر کے واسطے اولیاء طریقت و صوفیہ ملت قدس سرہم نے یہ اشغال و اذکار تجویز کیے ہیں وہ امر (یعنی وصول الی اللہ) زمانِ رسالت سے اب تک برابر چلا آیا ہے گو طریق اُسکی تحصیل کے مختلف ہیں تو فی الواقع اولیائے طریقت مجتہدین فقہ کے مانند ہوئے۔ مجتہدین فقہ نے استنباط احکام ظاہر شریعت (فقہ) کے اصول ٹھہرائے اور اولیائے طریقت نے باطن شریعت (تصوف) کے قواعد مقرر فرمائے تو یہاں بدعت سیئہ کا گمان سراسر غلط ہے ہاں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہ سبب صفائی طبعیت اور صحبت حضور خورشید رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تحصیل نسبت میں ایسے اشغال کی حاجت نہ تھی بخلاف متاخرین کے کہ اُنکو بہ سبب بعد زمان رسالت کے البتہ اشغال مذکورہ کی حاجت ہوئی جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو قرآن اور حدیث کے فہم میں قواعد صرف و نحو کے جاننے کی ضرورت نہ تھی اور اہل عجم اس کے محتاج ہیں۔

سوال:- حدیث شریف میں ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد- ترجمہ:- جس نے ہمارے اس دین کے کام میں وہ بات نئی پیدا کی جو دین سے نہیں ہے وہ رد ہے اس سے معلوم ہوا کہ اشغال و اذکار صوفیہ قدس سرہم بدعت سیئہ ہیں کیونکہ دین میں نئی بات ہیں۔

جواب اُسکا یہ ہے کہ یہ دین میں نئی بات پیدا کرنا نہیں ہے دینی کام یعنی توجہ الی اللہ و تحصیل نسبت تو اپنی جگہ پر قائم ہے مگر اس کے حصول کا نیا طریقہ بحسب اختلاف زمانہ آیات و احادیث سے ایسا استنباط کرنا جس سے فی زمانہ آسانی کے ساتھ توجہ الی اللہ پیدا ہو اور ذکر و عبادت میں رغبت و حلاوت حاصل ہو یہ دین کے خلاف نہیں ہے۔ البتہ اصلی دین کو بدل دینا یا اُس میں تغیر و تبدل کرنا یا کمی زیادتی کرنا یا اصل دین کے خلاف کوئی نئی بات پیدا کرنا یہ بدعت ہے۔ مولانا کرامت علی صاحبؒ کی زاد التقوی میں ہے کہ اشغال مذکورہ ذکر و دعا میں لذت پانے کے ہتھیار ہیں تو جب اُنکو اس بات کا ہتھیار اعتقاد کرکے اُنمیں مشغول ہوگا تب تک وہ اشغال عمل نیک کے وسیلے میں شمار کیے جائیں گے اور جب اُنہیں کو اصل مقصد اعتقاد کریگا تب وہ اشغال بدعت میں شمار کیے جائیں گے۔ اب چند اشغال و اذکار و مراقبے کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اشغال قادریہ

ذکر جہری اسم ذات یک ضربی

اس کا طریقہ یہ ہے کہ لفظ مُبارک اللہ کو سختی اور درازی اور بلندی سے دل اور حلق دونوں کی قوت کیساتھ نکالے پھر ٹھیر جاوے یہاں تک کہ سانس اپنے ٹھکانے پر آجاوے پھر اُسی طرح بار بار ذکر کرے۔

ذکر دو ضربی

اس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے قاعدہ کی طرح بیٹھے اور اسم ذات کو ایک بار داہنے زانو میں اور دوسری بار دل میں ضرب کرے اور اُس کو بار بار بلا فصل کرے اور ضرب قلبی قوت اور سختی کے ساتھ ہو تاکہ دل پر اثر کرے اور خطرات یکسو ہو جاویں اور وسواس مندفع ہوں

ذکر سہ ضربی

اس کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانو بیٹھے اور ایکبار داہنے زانو میں اور دوسری بار بائیں زانو میں اور تیسری بار دل میں ضرب کرے اور چاہیئے کہ تیسری ضرب سخت تر اور بلند تر ہو۔

ذکر چہار ضربی

اسکا طریقہ یہ ہے کہ چار زانو بیٹھے اور ایکبار داہنے زانو میں اور دوسری بار بائیں زانو میں اور تیسری بار دل میں اور چوتھی بار اپنے سامنے ضرب کرے اور چاہیئے کہ چوتھی ضرب سخت تر اور بلند تر ہو۔

ذکر جہری نفی و اثبات

اس کا طریقہ یہ ہے کہ بطور نماز رو بقبلہ بیٹھے اور اپنی آنکھ بند کرے اور لَا کہے گویا اپنی ناف سے اسکو نکالتا ہے پھر اُسکو کھینچے یہاں تک کہ داہنے مونڈھے تک پہنچے پھر اِلٰہَ کہے گویا اُسکو دماغ کی جھلی سے نکالتا ہے پھر اِلَّا اللہ کو دل پر شدت اور قوت سے ضرب کرے اور محبوبیت یا مقصودیت یا وجود کی نفی غیر حق سے ملاحظہ کرے اور اثبات اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے کرے۔

جب طالب پر ذکر جلی کا اثر ظاہر ہو اور اس کا نور اُس میں دکھائی دینے لگے تو اُسکو ذکر خفی کا حکم کیا جائے اور ذکر جلی کے اثر سے مراد ہے شوق کا اُبھرنا اور نام خدا سے دل میں چین آنا اور احادیث نفس یعنی وساوس کا دور ہونا اور حق تعالیٰ کو اُس کے ماسوا پر مقدم رکھنا۔ اور جو شخص مواظبت کرے ذکر اسم ذات پر دن میں چار ہزار بار مع ان شرطوں کے جو مذکور ہیں اور دو مہینے یا مانند اسکے ذکر پر مداومت کرے تو اس میں پیا اثر البتہ مشاہدہ کرے گا خواہ ذاکر کم فہم ہو یا تیز فہم۔

ذکر خفی نفی و اثبات

اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب سانس باہر نکلے خود بخود بدون اپنے ارادے اور قصد کے تو اس کے باہر ہونے کے ساتھ ہی دل کی زبان سے کہے لَا اِلٰہَ پھر جب سانس اندر کو جاوے خود بخود تو اندر جانے کیساتھ ہی اِلَّا اللہ

کہے اس ذکر کا نام پاس انفاس ہے۔ اسکا بڑا اثر ہے نفی خطرات اور وساوس کے دور ہو جانے ہیں

شعر تا بجاروب لا نروبی راہ ۔ہ۔ نرسی در مقام اِلّا اللّٰہ

ترجمہ :۔ جب تک کہ تو لا الہ کی جھاڑو سے راستہ صاف نہ کرے گا تب تک اِلّا اللّٰہ کے مقام پر نہ پہنچے گا۔

پھر جب ذکر خفی کا اثر ظاہر ہو اور طالب میں اُس کا نور معلوم ہو تو اسکو مراقبہ کرنے کا امر کیا جاوے اور ذکر خفی کے اثر سے مُراد ہے شوق اور غالب ہونا محبّت الٰہی کا اور عزیمت کی باگ کا پھیرنا فکر کی جانب اور تقدیم اللہ عزوجل کی مرضی کی اور جم جانا اُسی کی طلب پر اور حلاوت پانا چُپ رہنے میں اور گفتگو اور اشغال دُنیاوی سے نفرت کا ہونا اصل مراقبہ کی وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو عبادت کرے اللہ کی گویا تو اُسکو دیکھ رہا ہے سو اگر تو اُس کو نہ دیکھ سکے تو یہ دھیان کر کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔

مراقبہ حضور حق تبارک وتعالےٰ طالب اپنی زُبان سے کہے کہ اللّٰہُ حاضِرِی اللّٰہُ ناظِرِی اللّٰہُ مَعِی۔ (یعنی اللہ میرے پاس ہے اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے اللہ میرے ساتھ ہے)

یا ان الفاظ کو دل میں خیال کرے بدون تلفظ کے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی حضوری اور نظر اور اُس کی معیّت کو خوب مضبوط تصوّر کرے باوجود پاک ہونے اِس ذات پاک کے جہت اور مکان سے یہاں تک تصوّر جمائے کہ اس میں ڈوب جائے پھر جب اثر مراقبہ کا طالب میں ظاہر ہو اور اُس کا نور مشاہد ہو تو اُسکو توحید افعالی کا امر کیا جاوے۔

توحید افعالی یہ ہے کہ ہر فعل کو جو عالم میں ظاہر ہو خدا تعالےٰ کی جانب سے سمجھے نہ زید و عمرو سے تاکہ غیر حق سے نہ خوف باقی رہے نہ توقع۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے کہ شعر

درین نوعے از شرک پوشیدہ است
کہ زیدم بیازرد و عمرو م بخست

ترجمہ :۔ اس میں ایک طرح کا پوشیدہ شرک ہے کہ زید نے مجھے ستایا اور عمرو نے مجھے زخمی کیا۔

اشغال چشتیہ

ہمارے مُرشدوں کے مُرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کے ارشادات ضیاء القلوب و ارشاد مُرشد سے نقل کیا ہُوا طریق ذکر دوازدہ تسبیح کو تعلیم الدین سے نقل کیا جاتا ہے۔

طریق ذکر دوازدہ تسبیح

بعد نماز تہجد کے توبہ و استغفار عجز و انکسار سے کرکے اور ہاتھ اُٹھا کے یہ دُعا بحضور قلب پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِکَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَا اللّٰہُ یا اللّٰہُ یا اللّٰہُ تین بار یا سات بار تکرار کرے اور گیارہ بار استغفار اور گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر چار زانو بیٹھے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے اور جو اُنگلی اُس کے پاس ہے۔ اُس سے رگ کیماس کو کہ بائیں زانو کے اندر ہے محکم پکڑے اور کمر کو سیدھی رکھے یکجمی سے ہیبت اور حرمت اور تعظیم تمام کے ساتھ خوش الحانی سے ذکر شروع کرے بعد اعوذ و بسم اللہ کے باخلاص تمام تین بار کلمہ طیّب اور ایک بار کلمہ شہادت پڑھ کے پھر کو قلب کی طرف کہ زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت کے واقع ہے جھکا کے کلمہ لَا کو قوت اور سختی سے دل کے اندر سے کھینچے اور اِلٰہ کو داہنے مونڈھے پرے جا کر سر کو پُشت کی طرف مائل کرکے تصور کرے کہ غیر اللہ کو دل میں سے نکال کر پسِ پُشت ڈال دیا اور دم کو چھوڑ کر لفظ اِلَّا اللہ کو زور اور سختی سے دل پر ضرب مارے اور تصور کرے کہ عشق اور نور الٰہی کو دل میں داخل کیا اُسی طرح اس نفی و اثبات کو فکر اور مُلاحظہ اور واسطے کے ساتھ دو سو بار کہے اور اس ذکر میں نو بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور دسویں مرتبہ محمد رسول اللہ کہے بعد اس کے بطور سابق تین بار کلمۂ طیّب اور ایک بار کلمۂ شہادت کہے لیکن مبتدی کلمہ لَا اِلٰہَ میں لا معبود اور متوسط لا مقصود اور منتہی لا موجود ملاحظہ کرے اس کے بعد لمحہ لمحہ مراقب ہو کے تصور کرے کہ فیضان الٰہی عرش سے میرے سینے میں آتا ہے۔

طریق ذکر اثبات مجرّد: پھر دو زانو بیٹھے اور کمر سیدھی کرے اور سر کو داہنے مونڈھے پرے جا کے لفظ اِلَّا اللہ کو زور اور سختی سے دل پر ضرب کرے اس کو چار سو بار

دمادم کرے پھر بطور سابق تین بار کلمۂ طیب اور ایک بار کلمۂ شہادت کہے اور لمحہ لمحہ مراقب رہے۔

طریق ذکر اسم ذات پھر ذکر اسم ذات اللّٰہُ اللّٰہُ کا کرے اسطرح سے کہ اول حرف ہائے لفظ اللّٰہ کو پیش اور دوسرے لفظ ہائے اللّٰہ کو ساکن کرے یعنی جزم دے اور آنکھیں بند کرکے اور سر کو داہنے مونڈھے پر لاکر لفظ مبارک اللّٰہُ اللّٰہ کی دونوں ضرب جہر اور قوت سے دل پر مارے۔ اس ذکر اسم ذات دو ضربی کو چھ سو بار دمادم کرے لیکن دسویں گیارھویں بار اللّٰہ حاضری اللّٰہ ناظری اللّٰہ معی مع ملاحظ معنوں کے کہتا ہے تاکہ کیفیت اور لذت ذکر کی اور دفع غفلت و خواب حاصل ہو بعد اس کے بطور سابق تین بار کلمۂ طیب اور ایک بار کلمہ شہادت کہے پھر ایک ضربی اسی طرح سر کو داہنے مونڈھے کیطرف کج کرکے لفظ مبارک اللّٰہ کو دل پر سو بار دمادم کرے بعدہٗ تین بار کلمۂ طیب اور ایک بار کلمہ شہادت کہہ کر درود شریف اور استغفار گیارہ گیارہ بار پڑھکے دعا مانگے اور مناجات کرے۔

اشغال نقشبندیہ

حق تعالےٰ نے انسان میں چھ لطیفے پیدا کئے ہیں جنکے حقائق جدا جدا ہیں بذات خود جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے اور اُنکے تابعین کے کلام سے یا لطائف ستہ جہات اور اعتبارات ہیں نفس ناطقہ کے تو وہی نفس ناطقہ ایک اعتبار سے مسمّٰی بقلب ہے اور دوسرے اعتبار سے اُسکا روح نام ہے وعلیٰ ھذا القیاس باقی لطائف۔ لطائف کی صورت اسطرح ہے کہ شاہ ولی اللّٰہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ قول الجمیل میں فرماتے ہیں کہ میرے والد مرشد رحمۃ اللّٰہ علیہ نے مجھکو ان لطائف کی صورت بنادی تو اوّل ایک دائرہ بنایا اور کہا کہ یہ دل ہے۔ پھر اس دائرے کے اندر دوسرا دائرہ بنایا اور کہا کہ یہ روح ہے یہانتک کہ چھٹا دائرہ لکھا اور کہا کہ یہ میں ہوں یعنی حقیقت انسانی جسکو آدمی عربی میں انا سے تعبیر کرتا ہے۔ اور فارسی میں من اور ہندی میں میں بولتا ہے۔ اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی یہ غرض ہے کہ ان

لطائف میں سے ہر لطیفہ کو تعلق اور ارتباط ہے بدن کے بعض اعضاء سے تو قلب کا تعلق
بائیں چھاتی کے نیچے دو انگل پر ہے اور روح کا ارتباط داہنی چھاتی کے نیچے بمقابلہ دل کے ہے
اور سِرّ کا تعلق داہنی چھاتی کے اوپر وسط سینے کیطرف جھکتے ہوئے اور خفی بائیں چھاتی
کے اوپر وسط سینے کی طرف مائل ہے اور اخفیٰ کا مقام خفی کے اوپر ہے اور سِرّ وسط میں
ہے اور نفس کا مقام دماغ کے بطن اول میں ہے اور ہر ایک عضو میں اعضائے مذکورہ
ہے نبض کے مانند حرکت ہے تو شیخ محمد روح اس حرکت کی محافظت کا اور اس حرکت
کو اسم ذات خیال کرنے کا امر فرماتے ہیں پھر نفی اور اثبات کا امر کرتے ہیں لا کی لفظ
پھیلاتے ہوئے جمیع لطائف مذکورہ پر اور اِلّا اللہ کے لفظ کو دل پر ضرب لگا کر
واللہ اعلم۔

شیخ مجدد عربی کے تابعین کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہر لطیفے کا نور جدا اور رنگ
علیحدہ ہے تو قلب کا نور زرد ہے اور روح کا نور سرخ ہے اور سر کا نور سفید
ہے اور خفی کا نور سیاہ ہے اور اخفیٰ کا نور سبز ہے اور سر کا مقام قلب اور اخفیٰ
کے بابین ہے اور اخفیٰ سب لطائف میں الطف اور احسن ہے اور روح الطف
ہے قلب سے۔

مشائخ مجددیہ میں معمول ہے کہ ہمت اور توجہ سے اسم ذات کے ذکر کو ہر لطیفے
میں لطائف مذکورہ القا کرتے ہیں اور توجہ لینے والا حرکت کو محسوس پاتا ہے اور
اس کے ساتھ اسم ذات کے ذکر کو ہر لطیفے میں درجہ بدرجہ ارشاد فرماتے ہیں اور
ہر لطیفے کے ذکر قوی ہونے کے بعد نفی اور اثبات کو تعلیم کرتے ہیں کہ خیال کی زبان
سے زیر ناف سے کلمہ لا کو دماغ تک پہنچاوے اور کلمہ الٰہ کو داہنے مونڈھے پر پستان راست
پر پہنچاوے اور کلمہ الا اللہ کو لطائف خمسہ پر پھیرتا ہوا دل پر ضرب کرے۔

باب ہشتم

تمہید

اصطلاحات کے بیان میں

جان تو اے عزیز کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عالم کے وجود کو مرتبۂ وہم میں پیدا کیا
ہے یعنی عالم کا وجود مرتبۂ وہم میں پیدا کیا گیا ہے مرتبۂ وہم کی مثال یہ ہے کہ آئینہ میں

صورت۔ صورت کا وجود بہ نسبت آئینہ کے وجود کے مرتبۂ وہم میں ہے۔ جتنی جگہ آئینہ کا وجود گھیرے ہوئے ہے اتنی جگہ میں صورت کے وجود کو حصہ نہیں ہے۔ صورت کا وجود آئینہ کے وجود میں خلل انداز نہیں ہوتا۔ صورت نہ آئینہ میں داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے۔ دوسری مثال سویا ہوا آدمی خواب میں اشیاء دیکھتا ہے۔ ان اشیاء کا وجود باعتبار سوئے ہوئے آدمی کے وہمی وجود ہے جس جگہ سوئے ہوئے آدمی کا وجود ہے اس جگہ ان اشیاء خوابی کے وجود کا نام و نشان نہیں ہے اسیطرح اس عالم کا وجود وہمی ہے۔ جس مرتبہ میں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وجود ہے اس مرتبہ میں عالم کے وجود کا نام ونشان نہیں ۔ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے لاموجود الا اللہ۔ درحقیقت سوائے اللہ عزوجل کے کوئی موجود نہیں ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ عالم خدا کا سایہ ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جیسے درخت وغیرہ کا سایہ ہوتا ہے اس طرح عالم خدا کا سایہ ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جیسے سایہ اپنے حدوث وبقا میں اصل کا محتاج ہوتا ہے ایسے عالم کا وجود اپنے حدوث وبقا میں اللہ عزوجل کے وجود کا محتاج ہے۔

عالم موہوم ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ عالم صرف ایک بے حقیقت خیالی شیئ ہے جیسے سراب کہ دور سے پانی معلوم ہوتا ہے اور نزدیک سے بالو یا جیسے کوئی بکری رات کے اندھیرے میں شیر معلوم ہو اور دن کو بکری بلکہ عالم موہوم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ عالم کا وجود ایک حقیقت رکھتا ہے اور حقائق اشیاء ضرور ثابت ہیں اور انکے احکام وآثار موجود ہیں مثلاً آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ جلتا ہے برف میں رکھنے سے ہاتھ ٹھنڈا ہوتا ہے مگر عالم کا وجود باعتبار ذات باریتعالے کے وجود کے مرتبۂ وہم میں ہے جیسے صورت کا وجود باعتبار آئینہ کے وجود کے اور خوابی اشیاء کا وجود باعتبار خواب دیکھنے والے کے وجود کے۔

وحدۃ الوجود چونکہ عالم کا وجود کوئی دوسری چیز نہیں ہے اسی ذات مقدسہ کا فیض اور پرتو ہے اور جب اس فیض و پرتو کے لئے کوئی جداگانہ وجود کا اعتبار نہ کیا جائے تو درحقیقت وجود ایک ہی ہے اسی کو وحدۃ الوجود کہتے ہیں۔ مگر وحدۃ الوجود میں مرتبے ہیں ایک مرتبہ واجب کا ہے اور ایک مرتبہ ممکن کا ہے شعر

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ⁂ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

ترجمہ۔ وجود کا ہر مرتبہ ایک الگ حکم رکھتا ہے۔ اگر تو مراتب کی حفاظت نہیں کریگا تو زندیق بے دین بے ایمان ہو جائیگا۔

عالم اُس پاک پروردگار کا فیض و پرتو ہے مگر اس کا جزو نہیں ہے اور اسکے ساتھ متصل یا منفصل نہیں ہے اور عالم اس کا غیر بھی نہیں ہے اسلیئے کہ اسی کا فیض و پرتو ہے اور عین بھی نہیں ہے اسلیئے کہ وہ ذات حق واجب قدیم ہے اور یہ عالم ممکن حادث ہے وہ خالق ہے یہ مخلوق ہے۔

وحدۃ الشہود

چونکہ عالم کا وجود اللہ تبارک و تعالےٰ کے وجود کا فیض و پرتو ہے اسلیئے عالم کا ایک قسم کا جداگانہ وجود تو ہوا گو ظلی وجود سہی اور جب اس وجود ظلی کا اعتبار کیا جائے تو وجود واحد نہیں مگر سالک جب مجاہدہ کرکے قلب کی صفائی کرتا ہے اور قلب پر انوار آتے ہیں تو عالم کا وجود اسکی نظر سے غائب ہو جاتا ہے اور صرف ایک وجود اس کو نظر آتا ہے اور ایک ہی وجود کا وہ مشاہدہ کرتا ہے اس کو وحدۃ الشہود کہتے ہیں۔ جیسے آفتاب جب نکلتا ہے تو ستارے نظر نہیں آتے صرف ایک آفتاب ہی نظر آتا ہے گو ستارے اپنی جگہ پر موجود ہیں اسی طرح جب قلب سالک پر انوار کا نزول ہوتا ہے تو عالم کا وجود نظر سے معدوم ہو جاتا ہے گو عالم کے لئے بھی ایک قسم کا ظلی وجود ثابت ہے۔

یہ اختلاف وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا لفظی ہے ورنہ مآل کار دونوں کا ایک ہی ہے۔

قول انا الحق کی توجیہ

وسط سلوک میں بسبب غلبۂ نور حق کے تمام ذرات موجودات عالم سالک کی نظر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ سوائے وجود حق کے اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں رہتی اور بسبب سکر و استغراق کے کبھی حفظ مراتب سے بھی سالک غافل ہو جاتا ہے اور کہتا ہے سبحانی ما اعظم شانی۔ (یعنی میں پاک ذات ہوں میری شان کیا بڑی ہے) اور کبھی کہتا ہے انا الحق (یعنی میں حق ہوں) لیکن جب اس حالت سکر و استغراق سے نکل کر صحو و انتہا کو پہنچتا ہے تو ہر چیز کو اپنے مقام میں دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ ما للتراب و رب الارباب یعنی میں خاکسار کہاں اور پروردگار عالم کہاں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اس کی تمثیل ایسی ہے کہ دن کو بسبب غلبۂ شعاع آفتاب کے کوئی ستارہ نظر نہیں آتا اور دیکھنے والا کہتا ہے کہ سوائے آفتاب کے کوئی ستارہ موجود نہیں ہے اور یہ حالت وسط سلوک

ہوتی ہے اور ابتدائے سلوک کی حالت مثل رات کے ہے کہ ستارے ہی ستارے نظر
آتے ہیں یعنی صرف موجودات عالم کی طرف توجہ ہوتی ہے اور وہی نظر آتے ہیں اور
آفتاب عالم تاب نظر نہیں آتا یعنی حق سبحانہ کا مشاہدہ نہیں ہوتا لیکن یہ جانتا ہے
کہ ان ستاروں میں آفتاب کا نور ہے ایسے ہی ابتدائے سلوک میں سالک جانتا ہے کہ
موجودات عالم میں اسی ذات واحد حق سبحانہ کا جلوہ گر ہے اور حالت انتہا میں جبکہ
نور معرفت کامل ہوتا ہے تو سالک کو دونوں چیزیں نظر آتی ہیں یعنی حق سبحانہ کا مشاہدہ بھی
ہوتا ہے اور موجودات عالم کا بھی مشاہدہ ہوتا ہے حق سبحانہ کا مشاہدہ حاجب نہیں ہوتا
عالم کے مشاہدہ سے اور عالم کا مشاہدہ حاجب نہیں ہوتا حق سبحانہ کے مشاہدہ سے
جیسے دن کو آفتاب کے رہتے کوئی کسی دوربین آلہ کے ذریعے تاروں کو دیکھے تو اسے
آفتاب بھی نظر آتا ہے اور ستارے بھی نظر آتے ہیں ۔

واحدیت
احدیت

واحدیت سے مراد ہے وہ ذات باریتعالے جو ظاہر ہے موجودات میں
اور احدیت سے مراد ہے وہ ذات باریتعالے جو خالص ہے ظہور
سے مظاہر میں اسکو ذات بحت بھی کہتے ہیں ۔

مطلب یہ ہے کہ تمام موجودات اپنی ذات سے عدم محض ہیں ان کو وصف ثبوت و
تحقق حاصل ہوا ہے اللہ تبارک وتعالے کے ان کو ثابت و متحقق کرنے سے بسبب
اسکے ان میں ظہور کرنے کے ۔ پس موجودات کا ثبوت و تحقق ایک امر عرضی ہے اور
درحقیقت کوئی شئی ثابت و موجود نہیں ہے سوائے ذات باریتعالے کے پس جو
شخص اس کی احدیت کی طرف نظر کرتا ہے وہ موجودات کے لئے کوئی ثبوت
و تحقق نہیں پاتا اسلئے کہ احدیت سے مراد وہ ذات ہے جو خالص ہے ظہور
سے مظاہر میں اور جو شخص اس کی واحدیت کی طرف نظر کرتا ہے وہ موجودات کیلئے
ثبوت و تحقق پاتا ہے ۔ اس اعتبار سے کہ حق سبحانہ کا ان موجودات میں ظہور ہے ۔
اسلئے زبان اشارہ میں کہتے ہیں کہ احدیت بحر بلاموج ہے اور اکوان و موجودات
مثل امواج کے ہیں جو بحر کو حرکت دیتے ہیں اور موجیں نہ عین ہیں نہ غیر ہیں ۔ ایسے
ہی موجودات عالم نہ عین ہیں نہ غیر ہیں ۔

تنبیہ ۔ اللہ تبارک وتعالے کو جو بحر کہا گیا ہے یہ محض ایک تفہیم کے لئے مثال کے
طور پر کہا گیا ہے ورنہ اللہ تعالے کے جیسا کوئی نہیں وہ بیمثل ہے نہ اس کا کوئی ضد ہے

منزہ ہے ۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ ۔ اس کے مثل کوئی شئی نہیں ہے ۔

شہود و غیبت

شہود سے مراد حضور ہے اسلئے کہ عارفوں کا دل ہمیشہ حاضر حق رہتا ہے اور اہل شہود دو قسم ہیں ۔ اصحاب مشاہدہ جن کا شہود کَاَنَّکَ تَرَاہُ کا مصداق ہے اور اصحاب مراقبہ جن کا شہود فَاِنَّہٗ یَرَاکَ کا مصداق ہے اور غیبت ایک وصف ہے مقابلہ میں شہود کے یعنی غائب و بے حس و بے خبر ہونا ۔ غیبت دو قسم کی ہے ۔ ایک غیبت خلق سے یہ محمود ہے دوسری غیبت حق سے یہ مذموم ہے اور غیبت محمود دو طرح کی ہے ایک مبتدیوں کی اور وہ غیبت ہے محسوسات و موجودات سے بہ سبب غلبۂ شہود حق کے اور دوسری غیبت متوسطوں کی ہے اور وہ غیبت ہے اپنے وجود سے بسبب غلبۂ شہود حق کے ۔ اور یہ ابتدا رہے فنا کی ولیکن منتہیوں کا مقام حال غیبت سے گذرا ہوا ہے اسلئے کہ غیبت اس کا حال ہے کہ ہنوز مفیق وجود سے خلاص کلی نہیں حاصل کی ہو اور اہل غیبت محمود بسبب شہود حق کے شہود خلق سے غائب ہیں اور اہل کمال وانتہا کو نہ شہود حق شہود خلق سے غائب کرتا ہے اور نہ شہود خلق شہود حق سے غائب کرتا ہے اور شہود حق و غیبت محمود کا تناوب و تعاقب اہل تلوین کو ہوتا ہے ولیکن اہل تمکین کو سوائے دوام شہود حق کے اور کچھ نہیں ہوتا اور ان کو غیبت نہیں ہوتی نہ محمود نہ مذموم ۔ غیبت خلق سے بہ سبب غلبۂ شہود حق کے مبتدیوں اور متوسطوں کو ہوتی ہے جو اہل تلوین کہلاتے ہیں اور منتہیوں کا حال اس سے گذر گیا ہے جو اہل تمکین کہلاتے ہیں ۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں زلیخا درجہ تمکین کا رکھتی تھی اسلئے یوسف علیہ السلام کو دیکھکر اس کے ہوش و حواس برقرار رہے گم نہیں ہوئے برخلاف لائمات کے کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھکر ان کے ہوش و حواس جاتے رہے اور بیخودی میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے ۔

اقسام شہود

شہود کی تین قسمیں ہیں ۔
(۱) شہود تجلی افعال اس کو محاضرہ کہتے ہیں (۲) شہود تجلی صفات اسکو مکاشفہ کہتے ہیں (۳) شہود تجلی ذات اسکو مشاہدہ کہتے ہیں ۔

مشاہدہ حال ارواح ہے اور مکاشفہ حال اسرار ہے اور محاضرہ حال قلوب ہے ۔
مشاہدہ اس سے ہو سکتا ہے جو وجود مشہود کے ساتھ قائم ہو نہ اپنے وجود کے ساتھ اسلئے کہ حادث کو نور قدم کی تجلی کی طاقت نہیں ہو سکتی جبتک کہ مشاہد مشہود میں فانی نہو وے

وہاں تک باقی نہیں ہو سکتا اور مشاہدہ نہیں کر سکتا اور جب پروردگار عالم کی تجلی افعالی کسی پر ہوتی ہے تو افعال خلق پوشیدہ ہو جاتے ہیں اسی کے افعال نظر آتے ہیں اور جب اس کی تجلی صفاتی کسی پر ہوتی ہے تو صفات خلق غائب ہو جاتے ہیں اور اسی کے صفات معلوم ہوتے ہیں۔ اور جب تجلی ذاتی کسی پر ہوتی ہے تو ذوات خلق نظر سے معدوم ہو جاتے ہیں اور اُسی کی ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور مشاہدہ کی حالت ہمیشہ رہتی ہے یا نہیں اس کے بارے میں مذاق العارفین ص۲۸ ج ۴ میں ہے "اور یہ مشاہدہ جس میں کہ بجز ذات واحد مطلق کے اور کچھ نہیں سوجھتا کبھی تو ہمیشہ رہتا ہے اور کبھی بجلی کی طرح کوندجاتا ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہمیشہ یہ حال رہنا بہت ہی کم ہے"

تجلی و استتار

تجلی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ذات باریتعالےٰ صفت تبدل و تحول کے ساتھ موصوف ہوتا ہے کبھی صفت جلال کے ساتھ تجلی کرتا ہے اور کبھی صفت جمال کے ساتھ بلکہ یہ معنی ہیں کہ بمقتضائے مشیت اور اختلاف استعدادات آدمی کے قلب پر کبھی صفت جلالی کا ظہور ہوتا ہے اور کبھی اس کی صفت جمال کا ظہور ہوتا ہے پس تجلی سے مراد ہے شمس حقیقت حق تعالےٰ کا انکشاف اور استتار سے مراد ہے تراکم ظلمات بشری۔ تجلی تین قسم کی ہے۔ تجلی ذات۔ تجلی صفات۔ تجلی افعال۔

تجلی ذات کی علامت یہ ہے کہ اگر سالک کے وجود سے کوئی چیز باقی رہ گئی ہے اور فنا رکامل نہیں ہوئی ہے تو تجلی ذات کے انوار کے غلبہ میں نفس وجود سالک بیہوش ہو جاتا ہے اور اگر سالک فنا کے بعد بقاء مطلق کو پہنچ چکا ہے تو ذات ازلی کو مشاہدہ کرتا ہے اور یہ خلعت ہے کہ خاص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا ہے۔ اور شربت ہے کہ خاص الٰہی کو پلایا ہے اور اس جام کے صبابات سے ایک گھونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص متابعوں کی ارواح کے مونھ میں دیا ہے۔

تجلی صفات کی علامت یہ ہے کہ اگر ذات قدیم کی صفت جلال مثلاً قہر غضب وغیرہ کی تجلی ہو تو سالک کے اندر خشوع خضوع فروتنی عاجزی خوف خاکساری وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اور اگر صفت جمال مثلاً رأفت رحمت وغیرہ کی تجلی ہو تو سالک کے اندر سرور انس فرحت وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور تجلی افعال کی علامت یہ ہے کہ مخلوق کے افعال سالک کی نظر سے منقطع ہو جاتے ہیں اور خیر و شر نفع و ضرر کو سالک مخلوق کی طرف نسبت نہیں کرتا بلکہ فاعل و متصرف صرف حق سبحانہ کو ہی جانتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جب اللہ عزوجل کے افعال کی تجلی ہوتی ہے اور اس کے افعال کی طرف نظر جمتی ہے تو مخلوق کے افعال نظر سے ساقط ہو جاتے ہیں اور جب اس کے صفات کی تجلی ہوتی ہے اور اس کے صفات کی طرف نظر جمتی ہے تو مخلوق کے صفات مستتر ہو جاتے ہیں اور جب اس کی ذات کی تجلی ہوتی ہے اور مشاہدہ ذات کا ہوتا ہے۔ تو ذوات مخلوق نظر سے غائب ہو جاتے ہیں ۔ لیکن حضرت حق سبحانہ حکیم مطلق مصلحت عالم اور توسیع آثار رحمت کی وجہ سے اپنے خاص بندوں پر کچھ بقایا صفات نفوس کا جو منشار استتار کا ہے باقی رکھتا ہے تاکہ ان کے حق میں بھی اور دوسروں کے حق میں بھی رحمت ہو۔ ان کے حق میں رحمت اس طرح کہ اپنے مصالح نفوس کے ساتھ قیام کریں اور سعی و اجتہاد اور ریاضت و مجاہدہ کر کے درجات قرب میں زیادتی حاصل کریں اور دوسروں کے حق میں رحمت اس طرح پہ کر وہ ان مقربین سے تعلیم و فیض حاصل کریں۔

حال و مقام

حال سے مراد وارد غیبی ہے کہ عالم علوی سے کبھی کبھی سالک کے دل پر آتا ہے کہ جذبۂ الٰہی کے کمند سے اس کو مقام ادنیٰ سے مقام اعلیٰ پر پہنچا دے اور حال کو دوام نہیں اور مقام سے مراد سلوک کے مراتب سے ایک مرتبہ ہے کہ سالک کے تحت قدم آتا ہے اور محل استقامت بنتا ہے اور زوال پذیر نہیں ہوتا۔ کوئی مقام حال سے خالی نہیں ہوتا اور کوئی حال مفارقت مقام سے جدا نہیں ہوتا۔ تمام مقامات ابتدا میں حال ہوتے ہیں اور انتہا میں مقام ہو جاتے ہیں جیسے توبہ محاسبہ مراقبہ وغیرہ ہر ایک ان میں سے ابتدا میں حال ہوتا ہے۔ تغیر اور زوال پذیر ہوتا ہے اور پھر کسب کرتے کرتے مقام ہو جاتا ہے ہر وارد جو بجلی کی طرح چمکتا ہے اور فوراً ٹھنڈا ہو جاتا ہے اس کو لائح اور لامح اور طالع اور لامع اور طارق اور بادہ کہتے ہیں۔

علم قیام و علم حال

علم قیام سے مراد صوفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کو سالک اپنے اوپر ہر وقت قائم و مطلع دیکھے چنانچہ فرمایا اللہ عزوجل نے

اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ الخ

علم حال سے مراد ہے دوام ملاحظۂ دل۔ ہر حال کے لئے اپنے نفس میں ایک ادب ہے اور بحسب ہر وقت کے ایک ادب ہے اور باعتبار ہر مقام کے ایک ادب ہے مثلاً رضا کے لئے اپنے نفس میں ایک ادب ہے وہ نفس کا مطمئن ہونا ہے مصادمات احکام الٰہی میں پس جو سالک اپنی صورت حال کا ملاحظہ کر کے آداب کو نگاہ رکھیگا وہ مبلغ کمال اور مقام رجال کو

پہنچے گا۔ اور جو سالک اس سے غفلت کریگا وہ قطاع الطریق سے وہ مامون نہو گا۔
سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ علم حال کیا ہے انہوں نے کہا کہ تدبیر
کو ترک کرنا اور جو اس مقام میں ہوگا وہ اوتاد ارض سے ہے یعنی جس شخص کا حال
خدا تعالیٰ کے ساتھ ترک اختیار اور سلب ارادت ہوگا اس حال کا دوام ملاحظہ
دوام ترک تدبیر کو چاہتا ہے اور جب دیکھے کہ خود بخود تدبیر کی رغبت پاوے تو چاہیئے کہ
اس کو دفع کرے اسلئے کہ وہ اس کے حال کے منافی ہے اور تخصیص علم حال کی
ترک اختیار کے ساتھ اسلئے کی ہے کہ کوئی حال اس سے زیادہ شریف نہیں ہے۔

سکر و صحو

سکر سے مراد ہے رفع تمیز درمیان احکام ظاہر و باطن کے بسبب گم
ہو جانے نور عقل کے اشعۂ نور ذات میں۔ اور صحو سے مراد ہے معاودت
قوت تمیز اپنے محل و مستقر میں۔

تواجد وجد وجود

تواجد کے معنی ہیں استدعاء وجد بطریق تذکر یا تفکر یا بطور تشبیہ باہل وجد
حرکات و سکنات میں بدلالت صدق اور وجد سے مراد ہے ایک وارد جو
حق سبحانہ کی جانب سے قلب سالک پر آتا ہے اور اس کو حال سے بے حال
کر دیتا ہے مثل حزن و فرح اور وجود سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے وجود
سے بالکل فانی ہو جاتا ہے اور بوجود موجد یعنی حق تعالیٰ کے وجود کے ساتھ قائم اور
باقی ہو جاتا ہے یہ معیت وراء عقل ہے از قبیل جسم نہیں ہے۔

تفرقہ جمع جمع الجمع

جو سالک کہ طاعت میں اپنے کسب و قوت کو دیکھتا ہے وہ مقام تفرقہ میں
ہے اور جو سالک کہ طاعت میں فضل و توفیق حق کو دیکھتا ہے وہ مقام
جمع میں ہے اور جو سالک کہ اپنی ہستی سے اور اپنے عمل سے بالکل فانی ہو
ہو جائے وہ مقام جمع الجمع میں ہے۔

سالک مجذوب مجذوب سالک

سالک مجذوب محبّ ہے اور مجذوب سالک محبوب ہے۔
محبّ وہ ہے کہ اس کا مجاہدہ مشاہدہ سے پہلے ہو اور محبوب وہ
ہے کہ اس کا مشاہدہ مجاہدہ سے پہلے ہو اور آیۃ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ
مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ مشتمل ہے اوپر بیان حال محبّ اور محبوب
کے اسلئے کہ علت اجتباء مشیت الٰہی ہے نہ کسب بندہ اور شرط ہدایت مقدمۂ
انابت ہے جو فعل بندہ ہے پس اجتباء بیان حال محبوب ہے اور ہدایت بیان حال

محبت ہے اور محبوبوں کی سیر مقامات میں بطریق تدریج و ترتیب ہوتی ہے اوّل پہلے مقام میں پھر دوسرے مقام میں پھر تیسرے مقام میں اس طرح تدریجاً ترقی کرکے کل مقامات طے کرنے سلوک تمام ہوتا ہے پھر اس کا سلوک جذبہ سے بدل جاتا ہے اور سیر کی بجائے طیران ہوتا ہے اور مجاہدہ سے مشاہدہ تک رسائی ہوتی ہے۔ اس مقام پر محبوّں کو منشور خلافت دیتے ہیں ولیکن محبوب چونکہ ابتدائے حال سے جذبہ کی بدولت راستہ طے کرتے ہیں تو ایک ہی جذبہ میں اطوار مقامات کی بساط کو طے کر دیتے ہیں اور محبوّں کے جمیع اعمال کا حاصل ایک ہی جذبہ میں درج ہو جاتا ہے۔ جزبۃ من جزبات الحق توازی عمل الثقلین یعنی ایک جذبہ جذبات حق سے ثقلین کے عمل کے برابر ہوتا ہے۔

محبوّں کی دو قسمیں ہیں ایک قسم محبان صفات دوسری قسم محبّان ذات۔ کسی صاحب دل نے کہا ہے کہ عبدالرحمٰن عبدالرحیم عبدالکریم تو ہزاروں ہیں مگر عبداللہ بہت کم ہیں یعنی طالبان رحمت تو بہت ہیں مگر طالبان ذات خدا عزوجل بہت کم ہیں۔

خدا یتعالیٰ کا دیدار طالبان ذاتِ حق سبحانہ کے لیے جنت ہے اگرچہ وہ دوزخ میں ہوں اور حق سبحانہ کا فراق طالبان ذات کے لیے دوزخ ہے اگرچہ وہ جنت میں ہوں۔

حزن و خوف

اولیاء اللہ کو نہ خوف ہوتا ہے نہ حزن۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○ ترجمہ آگاہ ہو جاؤ کہ اولیاء اللہ کو نہ خوف ہوتا نہ حزن اس لئے کہ ان دونوں کے پیدا ہونے کی وجہ طلب حظ ہے۔ خوف پیدا ہونے کی وجہ ہے حظ موجود کے فوت ہونے کا ڈر اور حزن پیدا ہونے کی وجہ ہے جو حظ کہ فوت ہو گیا اس کا ادراک۔ اولیاء اللہ طلب حظ سے گذر گئے ہیں ان کا وظیفہ ہمیشہ یہ ہے کہ حاضر وقت و نفس رہتے ہیں اور ماضی و مستقبل کے ساتھ مشغول نہیں ہوتے اسلئے کہ خوف زمان مستقبل کی طرف نظر کرنے سے اور حزن زمان ماضی کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

وقت و نفس

صوفیہ کرام لفظ وقت کو تین معنی پر اطلاق کرتے ہیں۔ کبھی وقت بولتے ہیں اور ان کی مراد ایک وصف ہے کہ بندہ پر غالب ہوتا ہے مثل حزن یا سرور کے اور صاحب اس وقت کا بسبب غلبۂ حال کے

دوسرے حال کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اس لحاظ سے لفظ وقت کا سالک اور غیر سالک دونوں کو شامل ہے اور صوفیہ کبھی لفظ وقت بولتے ہیں اور ان کی مراد ایک حال ہوتا ہے جو غیب سے اچانک ان پر وارد ہوتا ہے اور غلبہ کرتا ہے اور حال سے بے حال کر دیتا ہے اور یہ وقت خاصکر سالکوں کو ہوتا ہے اور اسی طرف اشارہ ہے جو کہتے ہیں کہ صوفی ابن وقت ہے اور صوفیہ کبھی لفظ وقت بولتے ہیں اور ان کی مراد زمان حال ہے کہ ماضی و مستقبل کے درمیان ہے کہتے ہیں فلاں صاحب وقت ہے یعنی زمان حال کے وظائف کے ادا کرنے میں مشغول ہے اور اس کو ابوالوقت بھی کہتے ہیں اور نفس سے مراد صوفیہ کے نزدیک دوام حال مشاہدہ ہے اور جس طرح ایک ساعت بھی مدد سانس کی بند ہو جائے تو حیات قالب کی موت واقع ہوتی ہے اسیطرح اگر ایک لمحہ بھی مدد شہود حق کی منقطع ہو جائے تو شدت شوق سے جان عاشق جل کر فنا ہو جائے۔

تجرید و تفرید

تجرید کے معنی ہیں ترک توقع اعواض یعنی اعمال حسنہ کرکے ان کے بدلے کا طالب نہونا بلکہ محض تقرب و رضاء الٰہی کے لئے اعمال صالحہ کو بجالانا اور تفرید کے معنی ہیں نفی اضافت اعمال بنفس خود یعنی کسب اعمال کو اپنی کوشش و قوت کی طرف منسوب نہ کرنا بلکہ محض نعمت و منت الٰہی اور اسی کیطرف سے سمجھنا تفرید خاص ہے اور تجرید عام ہے۔ جو صاحب تفرید ہے وہ ضرور صاحب تجرید بھی ہے اور جو صاحب تجرید ہے وہ ضروری نہیں کہ صاحب تفرید بھی ہو اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ صاحب تجرید ترک توقع اعواض کے ساتھ کسب اعمال میں اپنا دخل سمجھے اور صاحب تفرید کسب اعمال میں اپنا دخل نہیں سمجھتا بلکہ محض اسی کی طرف سے دیکھتا ہے اور اسی کی حول و قوت پر نظر رکھتا ہے اور اسی کی نعمت و منت سمجھتا ہے۔

شعر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی ؛ منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

ترجمہ۔ تو یہ احسان مت رکھ کہ سلطان کی خدمت کرتا ہے۔

بلکہ اس سے یہ احسان جان کہ اس نے تجھ کو اپنی خدمت میں رکھا۔

فناء و بقا

جب سالک ریاضت و مجاہدہ اشتغال و اذکار میں مشغول ہوتا ہے تو بفضلہ تعالےٰ اس کے قلب پر انوار آتے ہیں نور اول سے اللہ تبارک و تعالےٰ کا قرب

منکشف ہوتا ہے اس کو علم الیقین کہتے ہیں اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ سالک میں حیاء وشرم پیدا ہوتی ہے اور گناہوں کے ارتکاب سے بچتا ہے اور اوامر وطاعات کو بجا لاتا ہے۔ نورِ ثانی سے ہر چیز معدوم معلوم ہوتی ہے۔ کائنات ومخلوقات نظر سے غائب ہو جاتے ہیں جس کو عین الیقین کہتے ہیں اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ سالک کو مخلوق کی طرف بالکل التفات نہیں رہتا مخلوق کو عدم سمجھتا ہے اور تفویض وتوکل وتسلیم کے مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ نورِ ثالث سے ذاتِ مقدسہ باریتعالےٰ منکشف ہوتی ہے اس کا فائدہ فناء کامل ہے جو دہلیزِ بقا ہے۔

معنیٔ فناء فناء کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سالک کا ظاہری وجود نیست ونابود ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی عظمت وجلال کا اس قدر سالک پر ظہور ہوتا ہے کہ سالک تمام مخلوقات سے بیخبر ہو جاتا ہے اور کوئی شئی سوائے اللہ تبارک وتعالےٰ کی یاد کے اس کے دھیان میں نہیں رہتی اور اللہ عزوجل کی عظمت وجلال کا اتنا نور اس پر ظاہر ہوتا ہے کہ اسکے تمام ذراتِ وجود اس نورِ عظمت وجلال کی روشنی میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں جس طرح ستارے نورِ آفتاب کی روشنی میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور ستاروں کا پوشیدہ ہو جانا اس وجہ سے نہیں ہے کہ ستارے نیست ہو جاتے ہیں یا ستارے آفتاب بن جاتے ہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ نورِ آفتاب کی چمک کے آگے ستاروں کا وجود معلوم نہیں ہوتا اس طرح مرتبۂ فنا میں سالک نہ نیست ومعدوم ہو جاتا ہے اور نہ سالک خدا بنجاتا ہے بلکہ اللہ عزوجل کی عظمت وجلال کے نور میں خود کو اور تمام عالم کو گم کر دیتا ہے اور اس گم کرنے کو بھی گم کر دیتا ہے۔ جیسے سوئے ہوئے آدمی کو اپنے سونے کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

شعر

تو در وگم شو کہ توحید ایں بود	گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود
تو اسمیں گم ہو جا کہ توحید یہ ہے	گم ہونے کو بھی گم کر دے کہ یہ تفرید ہے

اقسامِ فناء فناء تین قسم کی ہے ایک فناء فی الافعال ہے اس میں اپنا فعل اور تمام مخلوق کا فعل اللہ تعالےٰ کے فعل میں فناء ہو جاتا ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو فاعل نہیں دیکھتا یہ لا فاعل الا اللہ کا مقام ہے اور دوسری فناء فی الصفات ہے اس میں سالک جلال وجمال اور صفاتِ رب جلّ وعلا کا مشاہدہ کرتا ہے اور یہ لا حی ولا عالم ولا قادر ولا مرید ولا سمیع ولا بصیر ولا متکلم علی الحقیقۃ الا اللہ یعنی سوائے اللہ تبارک وتعالےٰ کے حقیقت میں نہ کوئی زندہ ہے نہ کوئی عالم ہے نہ کوئی قادر ہے

نہ کوئی ارادہ کرنے والا ہے نہ کوئی سننے والا ہے نہ کوئی دیکھنے والا ہے اور نہ کوئی بولنے والا ہے سوائے اللہ عزوجل کے) کا مقام ہے اور تیسری فنا رفی الذات ہے۔ یہ لاموجود الا اللہ (یعنی سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی موجود نہیں ہے) کا مقام ہے۔ شعر

تو مباش اصلا کمال اینست وبس ÷ تو درآن گم شو وصال این است وبس

تو بالکل مت رہ یہی کمال ہے اور بس ÷ تو اس میں گم ہو جا یہی وصال ہے اور بس

نئے کہ ہردم نغمہ آرائی کند ÷ فی الحقیقتہ از دم نائی کند

بانسری جو ہر وقت خوش الحانی کرتی ہے ÷ درحقیقت بجانے والے کے دم سے کرتی ہے

بے فنائے خویش و بے جذب قوی ÷ کے حریم وصل را محرم شوی

بغیر اپنی فنا اور بغیر جذب قوی کے ÷ کب تو حریم وصل کو پہنچے

ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی تو میں اس کو اپنے ساتھ جنگ کی خبر کرتا ہوں (یعنی وہ خدا سے لڑائی کرتا ہے تو ضرور ذلیل وخوار ہوگا) اور بندہ فرض سے زیادہ کسی محبوب تر چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کرتا (یعنی اللہ تعالےٰ عزوجل کو فرض سب سے زیادہ محبوب ہے اور فرض کی ادائگی سے جتنا قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے اتنا اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا) اور بندہ میرا قرب نوافل کے ذریعے سے حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں پس جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں اور میں تردد نہیں کرتا کسی شئی سے جو میں کرتا ہوں مثل تردد کرنے کے مومن کی جان سے کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کو رنجیدہ کرنے کو برا جانتا ہوں مگر یہ امر ضروری ہے حدیث مذکور میں ہے کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں آنکھ بن جاتا ہوں وغیرہ اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ واقع میں کان آنکھ ہاتھ پاؤں وغیرہ بنجاتا ہے اسلئے کہ اللہ عزوجل حلول واتحاد سے پاک ہے وہ جسم جسمانی نہیں ہے۔ نہ بندہ کبھی خدا بن سکتا ہے نہ خدا کبھی بندہ بن سکتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ

کی عظمت اس قدر بندہ کے قلب پر وارد ہوتی ہے کہ بندہ خود کو اور ہر شئی کو بھول جاتا ہے اسی کا دھیان رہتا ہے اور اس کا جلال اس قدر بندہ کے اعضاء و جوارح اور روح و قلب پر چھا جاتا ہے کہ بندہ کی عقل ہوش حواس ارادہ سلب ہوجاتے ہیں اور بندہ بے اختیار ہوجاتا ہے اور اللہ تبارک و تعالٰی جس طرح چاہتا ہے اس طرح بندہ کے اعضاء و جوارح کو اپنی مرضیات میں چلاتا ہے اور ان سے اپنی مرضیات کے مطابق کام لیتا ہے۔ اسی چیز کو مجازاً کہا گیا ہے کہ اللہ تعالٰی بندہ کے کان آنکھ ہاتھ پاؤں بن جاتا ہے۔ یعنی بندہ کے اعضاء و جوارح اللہ تعالٰی کی مرضی میں فنا ہوجاتے ہیں اور اس کی مرضی کے موافق کام کرتے ہیں اور بالکل اس کے مطیع اور فرمانبردار بنجاتے ہیں اس کو اصطلاح صوفیہ میں فناء در فنا کا مرتبہ کہتے ہیں۔

نے کہ ہر دم نغمہ آرائی کند ؛ فی الحقیقتہ از دم نائی کند

ترجمہ۔ بانسری جو ہر دم طرح طرح کے گیت گاتی ہے حقیقت میں بجانے والے کے دم سے گاتی ہے۔

معنی بقاء فنا کے بعد بقاء کا مرتبہ ہے۔ بقاء میں ہوش حواس عقل و ارادہ ٹھکانے آجاتے ہیں اور حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور خلق کا بھی مشاہدہ کرتا ہے۔ حق کا مشاہدہ حاجب نہیں ہوتا خلق کے مشاہدہ سے اور خلق کا مشاہدہ حاجب نہیں ہوتا حق کے مشاہدہ سے اور خلق و خالق دونوں کا حق بجالاتا ہے۔

اشعار

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ؛ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

پاکوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس مت کر ؛ اگرچہ لکھنے میں شیر و شیر برابر ہیں

ہمسری با انبیاء بر داشتند ؛ اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

انبیاء علیہم کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتے ہیں ؛ اولیاء اللہ کو اپنے مثل سمجھتے ہیں

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر ؛ ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

کہتے ہیں کہ ہم بھی بشر اور وہ بھی بشر ؛ ہم اور وہ دونوں سونے اور کھانے پینے کے پابند ہیں

ایں ندانستند ایشاں از عمٰی ؛ ہست فرقے درمیاں بے منتہا

انھوں نے اندھے پن سے نہیں سمجھا ؛ کہ درمیان میں بے انتہا فرق ہے

فنا ہیں مشاہدہ اللہ عزوجل کا قبل کل شئے ہوتا ہے پس مشاہدہ حق کا حاجب و مانع ہوتا ہے مشاہدۂ خلق سے اور بقا میں مشاہدہ اللہ عزوجل کا فی کل شئی ہوتا ہے بغیر حلول و اتحاد کے پس مشاہدہ حق کا حاجب و مانع نہیں ہوتا ہے مشاہدۂ خلق سے اور مشاہدہ خلق کا حاجب و مانع نہیں ہوتا ہے مشاہدۂ حق سے۔

تدلی و ترقی سفر اول یعنی سیر الی اللہ کو سفر ترقی بھی کہتے ہیں اور سفر ثانی یعنی سیر فی اللہ کو سفر تدلی بھی کہتے ہیں اور سفر ترقی کی نہایت مرتبۂ فنا ہے اور سفر تدلی کی بدایت مرتبۂ بقا ہے۔ آیۂ کریمہ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ میں مدخل کے معنی ادخال اور مخرج کے معنی اخراج ہیں اور مدخل اور مخرج سے مراد یہی دو سفر ترقی و تدلی ہیں۔ مدخل سے مراد سفر ترقی اسلئے ہے کہ اللہ عزوجل کی حضوری میں داخل ہوتا ہے اپنے فنا ہونے کی حالت میں اس کے غیر کو دیکھنے سے اور مخرج سے مراد سفر تدلی اس لئے ہے کہ وہ خروج ہے طرف مخلوق کے واسطے فائدہ ارشاد اور ہدایت خلق کے اپنے باقی رہنے کی حالت میں ساتھ اپنے رب کے۔ ان دو مقام فنا و بقا میں متحقق ہونا معنی ہیں مدخل اور مخرج میں صدیقیت کے اور مدخل صدق کے یہ معنی بھی ہیں کہ سفر ترقی میں اللہ عزوجل کی حول و قوت کو دیکھے اس سے اعمال کی نسبت اپنی طرف سے منقطع ہو جاتی ہے اور مخرج صدق کا یہ مطلب بھی ہے کہ سفر تدلی میں اپنے رب کے آگے سر تسلیم خم کرنے اور اس کا مطیع و منقاد بنجاوے۔ جس چیز کی طرف حق سبحانہ اسے منتقل کرے اس سے راضی ہو جاوے اور جس چیز سے منتقل کیا گیا ہے اس کے ساتھ قائم رہنے کی خواہش نہ کرے۔

باللہ لللہ من اللہ الی اللہ عوام کا اختلاط اور ارتباط مخلوق کے ساتھ اور قسم کا ہوتا ہے یعنی غفلت اور حظوظ جسمانی و شہوات نفسانی کے ساتھ ہوتا ہے اور خواص کا اختلاط و ارتباط مخلوق کے ساتھ اور ہی قسم کا ہوتا ہے یعنی بیداری اور اذن و تمکین اور رسوخ و یقین کے ساتھ ہوتا ہے دونوں قسم کے ارتباط میں زمین و آسمان کا فرق ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

خواص کا اختلاط و ارتباط مخلوق کے ساتھ ان چار قسموں پر ہوتا ہے۔ باللہ

(یعنی اللہ تعالےٰ سے استعانت و مدد لیکر) اور لِلّٰہِ (یعنی خاص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیئے خطوظ نفس کے لیئے نہیں) اور مِنَ اللّٰہِ (یعنی اللہ تعالےٰ کی جانب سے اور اس کے حکم سے اپنے نفس کی طرف سے نہیں) اور اِلَی اللّٰہِ (یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف توسّل لیکر) ہے

کار پاکان را قیاس از خود مگیر ÷ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

پاک لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ جانور) اور شیر (دودھ) برابر ہیں۔

یعنی ظاہر میں دیکھنے میں شیر شیر برابر ہیں مگر ایک پھاڑ کھاتا ہے اور دوسرا غذا دیتا ہے۔

عارف متعرف مشرک جلی اور مشرک خفی عالم میں جو احوال مختلفہ اور واقعات متجددہ پیدا ہوتے ہیں اور نفع نقصان عطا منع بیماری تندرستی افلاس تموّل عزت ذلت وغیرہ وقائع جو رات دن ہوتے رہتے ہیں ان کو دیکھکر جو شخص بے توقف ان میں اللہ تعالےٰ کو دیکھے اور جانے تو وہ عارف ہے اور اگر توقف کے بعد انمیں اللہ تعالےٰ کو دیکھے تو متعرف ہے اور اگر ان وقائع کو اسباب و وسائط کے حوالے کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر ان کو مؤثر بالذات جانے تو مشرک جلی ہے اور اگر مؤثر بالذات نہ جانے تو مشرک خفی ہے

بعض اصطلاحات نقشبندیہ

یہ اصطلاحات اگرچہ خاص نقشبندیہ ہیں مگر اور اصحاب طریق بھی انہی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ہوش دردم اپنے سانس پر ہمیشہ ہوشیار رہنا تاکہ کوئی سانس غفلت سے نہ گذرے۔

نظر بر قدم آمد و رفت میں کہیں بھی ہو نظر قدم پر رکھے تاکہ نظر ادھر ادھر نہ جاوے اور خاطر جمعی حاصل ہو۔

سفر در وطن طبیعت بشری سے سفر کرے یعنی صفات ذمیمہ سے نکل کر صفات حمیدہ کی طرف آوے۔

خلوت در انجمن ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق تعالیٰ کے ساتھ
شعر۔ از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ باش
اینچنیں زیبا روش کم میبود اندر جہاں۔

ترجمہ۔ اندر سے آشنا ہو اور باہر سے بیگانہ ہو۔
ایسی عمدہ روش دنیا میں کم ہوتی ہے۔

بازگشت ذکر کے بعد مناجات کی طرف رجوع کرنا یعنی تھوڑے ذکر سے تین بار یا پانچ بار مناجات کی طرف رجوع کرنا سو یوں دعا کرے اللہ عزوجل سے بحضور دل کہ اے میرے رب تو ہی میرا مقصود ہے میں نے دنیا و آخرت کو چھوڑا تیرے ہی واسطے یہ شرط عظیم ہے ذکر میں لائق نہیں کہ سالک اس سے غافل ہو اس لیئے کہ سالک کو بعض وقت ذکر میں جو سرور حاصل ہوتا ہے اسی کو مقصود اصلی سمجھ بیٹھتا ہے اور اس کو مقصود اصلی سمجھنا زہر سے بھی زیادہ مضر ہے اس لئے مناجات مذکورہ کی طرف سالک کو رجوع کرنا نہایت ضروری ہے۔

نگاہ داشت نگاہداشت سے مراد ہے خطرات و احادیث نفس کو دل سے دور کرنا سالک کو لائق ہے کہ بیدار اور ہوشیار رہے سو کسی خیال اور خطرے کو اپنے دل میں نہ چھوڑے کہ خطور کرے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سالک کو لائق ہے کہ خطرے کو اسکے ابتداء ظہور میں روک دے اس واسطے کہ جب ظاہر ہو چکے گا تو نفس اسکی طرف مائل ہو جائے گا۔ اور وہ نفس میں اثر کرے گا پھر اس کا دور کرنا مشکل ہوگا۔

یادداشت اس سے مراد ہے خالص توجہ جو خالی ہو الفاظ و تخیلات سے واجب الوجود کی حقیقت کی طرف اور حق بات یہ ہے کہ ایسا متوجہ رہنا باستقامت حاصل نہیں ہوتا مگر فنائے تام اور بقائے کامل کے بعد۔

خلاصہ یہ کہ یادداشت ذات مقدس کے دھیان کا نام ہے جو بلا ذریعے الفاظ و تخیلات کے ہو۔ یہ دولت منتہیان ولایت کو البتہ حاصل ہوتی ہے جعلنا اللہ منہم برحمتہ الواسعۃ آمین۔

وقوف زمانی ہر ساعت کے بعد تامّل کرنا کہ غفلت آئی یا نہیں؟ درصورت غفلت آنے کے استغفار کرنا اور آئندہ کو اسکے ترک پر ہمت باندھنا۔

وقوف قلبی اس سے مراد ہے توجہ دلی اس طرح پر کہ دل کو ذکر حق کے ساتھ مشغول کرلے اور اس کو ذکر اور اسکے مفہوم سے مہمل اور بیکار نہ چھوڑے۔

یاد کرد اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ اس ذکر کو تکرار کرتا رہے جس کو مرشد سے سیکھا ہو یہاں تک کہ حق جلّ شانہ کی حضوری حاصل ہو جاوے خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا کہ مقصود ذکر سے یہ ہے کہ دل ہمیشہ حضرت حق جلّ شانہ کے ساتھ حاضر رہے بوصف محبت اور تعظیم کے اس واسطے کہ ذکر یعنی یاد دفع غفلت کا نام ہے۔

باب نہم

سالک کے لئے ہدایات

سلوک کیلئے پہلے علم کی ضرورت (۱) سالک کو چاہئے کہ پہلے علم دین حاصل کرے اور عقائد درست کرے۔ بغیر علم دین حاصل کئے اور بغیر عقائد درست کئے اس راہ میں قدم نہ رکھے اسلئے کہ اذکار و اشغال کرنے سے کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور انوار حاصل ہوتے ہیں اور شیطان بھی اپنے انوار باطلہ دکھلاتا ہے۔ جاہل لوگ جو اذکار و اشغال میں مشغول ہوتے ہیں ان کو شیطان بھی اپنے انوار دکھاتا ہے۔ جاہل تمیز نہیں کرسکتا اور اسکے پھندے میں پھنسکر گمراہ و بیدین ہو جاتا ہے۔ اسلئے پہلے علم دین و شریعت کا سیکھنا اور عقائد درست کرنا نہایت ضروری ہے اور تحصیل علم کیلئے اخلاق و عادات و نیات کو درست کرنا ضروری ہے اسلئے کہ بغیر ان کے درست کئے علم کا صحیح استعمال نہیں ہوسکتا۔ علم بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوتا ہے۔

شرک و بدعات سے پرہیز

(۲) سالک کو چاہئے کہ شرک و بدعات سے بچے۔ مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی وہ کام کرے کہ اسپر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے اور مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد بات تو یہ ہے کہ بہتر کلام خدا کی کتاب ہے اور بہتر طریقہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور نہایت برے کام وہ ہیں جو دین میں نئے نکلے گئے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور فتاوی عزیزی صلا ج ا میں ہے کہ اگر بدعت کا کرنے والا بدعت کو اچھا سمجھتا ہے اور اس میں قربت خدا سمجھتا ہے تو اس کا کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو ابن ماجہ میں وارد ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام سے نکل جاتا ہے جیسے بال آٹے میں سے نکل جاتا ہے اس لئے بدعات سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ اور شرک سے بچنا اسلئے بیحد ضروری ہے کہ شرک کی مغفرت نہیں ہے۔ فرمایا اللہ تبارک و تعالےٰ نے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ ۔ ترجمہ ۔ بیشک اللہ تعالیٰ شرک کی مغفرت نہ کریگا۔

مشتبہات سے پرہیز

(۳) سالک کو چاہئے کہ مشتبہات سے بچے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور اس کے درمیان امور مشتبہات ہیں جن کو بہت آدمی نہیں جانتے ہیں جو شخص ان مشتبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچایا اور جو مشتبہات میں گرا وہ حرام میں گرا جیسے چرواہا جو بکریوں کو چراتا ہے گرداگرد خاص روکے ہوئے چراگاہ کے تو قریب ہے کہ وہ بکریاں اس میں چلی جائیں۔ آگاہ ہو جاؤ ہر بادشاہ کا ایک خاص چراگاہ ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ کا چراگاہ (یعنی وہ اُمور جن سے اُس نے اپنے بندوں کو منع کیا ہے) اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہوگیا تو تمام بدن درست ہوگیا اور اگر وہ بگڑ گیا تو تمام بدن بگڑ گیا۔

توبہ

(۴) سالک کو چاہئے کہ توبہ کرتا رہے فرمایا اللہ تبارک و تعالےٰ نے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۔ ترجمہ ۔ بیشک اللہ تعالےٰ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے طہارت کرنے والوں کو اور حدیث شریف میں ہے کہ

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَاذَنْبَ لَہٗ - گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اُسنے گناہ نہیں کیا۔ توبہ کے بہت درجے ہیں - ہر گناہ سے توبہ پھر ہر مکروہ سے توبہ پھر ہر خلاف اولیٰ سے توبہ پھر اپنے حسنات کو اچھا دیکھنے سے توبہ پھر ہر خطرہ غیر مرضات اللہ سے توبہ پھر شہود ورب کی ادنیٰ غفلت سے توبہ کرنی چاہئے جو سالک کہ توبہ میں مستقیم اعنی دنیا سے بے رغبت ہوا اس کے لئے احوال و مقامات طے ہوجاتے ہیں مصباح الہدایہ ترجمہ عوارف المعارف میں فارسی میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ایک توبہ موحدوں کی ہے اور وہ رجوع کرنا ہے ما سوا حق سے طرف حق کے جیساکہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ توبہ یہ ہے کہ تو توبہ کرے ہر شئی سے سوائے اللہ تعالیٰ کے - اہل توحید جب کبھی کہ غیر کی طرف نظر کرتے ہیں تو اسکو گناہ جانتے ہیں اور اس سے توبہ واجب سمجھتے ہیں اور اس نظر کو ضمن میں اپنے وجود کا فناء لازم دیکھتے ہیں۔ شعر   فقلت وما اذنبت قالت مجیبۃ

وجودک ذنب لا یقاس بہا ذنب۔

ترجمہ۔ (عاشق معشوق سے کہتا ہے) میںنے کہا کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے تو معشوق نے جواب میں کہا کہ تیرا وجود گناہ ہے کہ اسکے برابر کوئی گناہ نہیں سمجھا جاتا۔

مطلب یہ ہے کہ عاشق کو معشوق کے عشق میں اتنا فنا ہو جانا چاہئے کہ عاشق کو اپنے وجود کا خیال نہ رہے۔

اس مقام میں کہ وجود توبہ کرنے والے کا محو اور فراموش ہو جاتا ہے تو اسکے گناہ جو وجود کے تابع ہیں وہ کس طرح باقی رہ سکتے ہیں۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ میں سرّی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور ان کو متغیر دیکھا اسکا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آج ایک جوان میرے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ توبہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو مت بھول جا۔ اس نے کہا کہ ایسا نہیں ہے میںنے کہا کہ پھر کیا ہے؟ اس نے کہا کہ توبہ یہ ہے کہ اپنے گناہ کو بھول جا۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میرے نزدیک جوان نے جو کہا وہ ٹھیک ہے پوچھا کہ یہ کس طرح میں نے کہا کہ اسلئے کہ جفا کی یاد حال صفا میں جفا ہے۔

مراقبہ و محاسبہ

(۵) سالک کو چاہئے کہ مراقبہ و محاسبہ کرتا رہے مراقبہ مثلاً اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ معی (یعنی اللہ میرے پاس ہے۔ اللہ مجھے دیکھتا ہے

اللہ میرے ساتھ ہے) کا کرے اور ہر صبح یا شام اپنے اعضاء ظاہری و باطنی کی تلاش
کرے کیا حدود اللہ کی حفاظت کی یا نہیں؟ امر الٰہی بجالایا یا نہیں؟ اگر یہ کام کیا تو اللہ کا
شکر بجا لاوے اور خود کو اس کا اہل نہ سمجھے اور یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے
بغیر میری طاقت و قوت کے یہ کام مجھ سے کرایا اور اگر یہ کام نہیں کیا بلکہ معصیت
میں مبتلا ہو گیا تو توبہ و استغفار کرے اور اصلاح کرے اور شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ
نے اس گناہ کے بدلے امراض دنبل پھوڑے پھنسیاں وغیرہ میں مبتلا نہیں کیا۔

ترک محبت دنیا

(۴۶) سالک کو چاہئے کہ دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال ڈالے۔ حدیث
شریف میں ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور حدیث شریف
میں ہے کہ مال اور مرتبہ کی محبت دل میں نفاق کو پیدا کرتے ہیں۔ جیسے پانی سبزی کو
اُگاتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ دو بھوکے بھیڑیے بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں
اور وہ جتنی بربادی کریں اس سے زیادہ آدمی کے دین کو برباد کرنے والی دو چیزیں
ہیں ایک تو مال کی حرص دوسرا مرتبہ و نام چاہنا۔ اور دُنیا آخرت کی کھیتی بھی ہے تو دُنیا
سے اتنا لینا کہ آخرت کا مددگار رہے وہ آخرت کی کھیتی ہے اور عیش و تنعم کے لیے دُنیا
ہلاکت و بربادی ہے۔ اور اپنا اور اپنے اہل وعیال کا اور متعلقین کا حق ادا کرنا ضروری
ہے۔ اسلئے بقدر ضرورت و رفع حاجت و ادائے حقوق دُنیا سے لینا حلال کے ذریعے
سے درست و باعث ثواب ہے۔ شادی کرنا محنت مزدوری کرنا حلال کمائی کمانا۔
عورت بچوں کو کھلانا یہ دُنیا نہیں ہے بلکہ شریعت وسنت کے مطابق ان کاموں کو کرنا عین دین و باعث
ثواب ہے۔ شعر۔ چیست دُنیا از خدا غافل بودن + نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
ترجمہ:۔ دُنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل ہونا۔ اسباب (زندگی کے)۔ چاندی (روپے
پیسے) بچے۔ عورت یہ دنیا نہیں ہے (جبکہ شریعت کے مطابق ان چیزوں کو
رکھے) بال بچوں کا حق ادا نہ کرنا محنت مزدوری کام دھندا نہ کرنا عورت بچوں
کو چھوڑ کر جنگل میں چلے جانا رہبانیت ہے جو اسلام میں منع ہے۔ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کی نیت آخرت (یعنی آخرت میں ثواب و قرب
و رضامندی مولا عزوجل کا حاصل کرنا) ہے اللہ تعالیٰ اس کے کام کو درست
بنا دیتا ہے اور اس کے دل میں بے فکری دیتا ہے اور اس کے پاس دنیا ناک رگڑتی
ہوئی آتی ہے اور وہ آدمی جس کی نیت محض دنیا ہے (یعنی دنیوی لذات و عیش و تنعم

تو اللہ تعالیٰ اُسکے کام کو پراگندہ کر دیتا ہے اور اُسکی آنکھوں کے سامنے محتاجی آتی ہے۔ اور دُنیا سے اُس کو نہیں ملتا مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے لکھ دیا ہے۔

شعر شیخ سعدی رحمتہ اللہ تعالیٰ

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است + تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

کھانا زندگی برقرار رکھنے اور ذکر کرنے کے لئے ہے + اور تو سمجھتا ہے کہ زندگی کھانے کے لئے ہے

دُنیا کی چار صورتیں

دُنیا کی چار صورتیں ہیں۔ ایک صورت وہ امر ہے جو صورۃً و معنیً دونوں طرح دُنیا ہے۔ دوسری صورت وہ امر ہے جو صورۃً و معنیً کسی طرح دُنیا نہیں ہے۔ تیسری صورت وہ امر ہے جو صورتاً دُنیا نہیں ہے معنیً دُنیا ہے اور چوتھی صورت وہ امر ہے جو صورۃً دُنیا ہے معنیً دُنیا نہیں ہے۔

جو امر صورۃً و معنیً دونوں طرح دُنیا ہے وہ مال اور اشیاء زائد از کفاف واسطے عیش و آرام تنعم و لذت کے ہیں اور جو امر صورۃً و معنیً کسی طرح دُنیا نہیں ہے وہ طاعت و عبادت با اخلاص ہے۔ اور جو امر صورتاً دُنیا نہیں ہے معنیً دُنیا ہے وہ طاعت و عبادت باریا ہے۔ اور جو امر کہ صورتاً دُنیا ہے معنیً دُنیا نہیں ہے وہ ادائے حق زوجہ خود (یعنی ہمبستری) ہے۔ یہ امر اگرچہ صورۃً دنیا ہے مگر معنیً دُنیا نہیں ہے۔

نفس و شیطان سے ہوشیار رہنا

(۷) سالک کو اپنے نفس پر ہرگز بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے اور اُس سے راضی و خوش نہیں رہنا چاہیئے نفس پر بھروسہ کرنا اور اُس سے راضی و خوش رہنا یہ معصیت کی جڑ ہے۔ جہاں آدمی نفس سے خوش ہوا وہ بٹک دیتا ہے کیونکہ جب آدمی اپنے نفس سے خوش ہوا تو اُسکے عیب نہیں دکھائی دیتے بلکہ اُس کے عیب اچھے معلوم ہوتے ہیں اور جب یہ بات ہوئی ہے تو آدمی غفلت میں آجاتا ہے اور نفس کی خواہشات زور پکڑ جاتی ہیں اور آدمی کو مغلوب کر دیتی ہیں اسلئے نفس سے سالک کو ہمیشہ ہوشیار و چوکنّا رہنا چاہیئے اور شیطان کے وسوسوں سے بھی آگاہ رہنا چاہیئے اور خطرات کی نگہبانی کرنا چاہیئے جو خطرہ دل میں آوے اسکو علم و عقل کی روشنی سے دیکھنا چاہیئے۔ اگر شرع کے مطابق نہو اس پر عمل نہ کرنا چاہیئے اور نماز وغیرہ نیک کام میں کوئی خطرہ آوے تو اُسکی طرف التفات نہیں کرنا چاہیئے اور جو کام کرنے کا ہے اُسکو کیے جانا چاہیئے

ہر دم یاد و طاعت الٰہی

(۸) سالک کو کوئی وقت طاعت و عبادت و یاد الٰہی

سے خالی نہیں جانے دینا چاہیے۔ اگر زبان سے یاد الٰہی کرتے کرتے ملال ہو تو سانس سے یا لطائف سے یا قلب سے موافق طریقہ مشائخ قدس سرہم ذکر کرے۔ اگر اس سے ملال ہو تو پھر زبان سے ذکر کرے یا دینی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے میں لگ جاوے یا کوئی اور دینی مشغلہ میں لگ جاوے۔ غرض ایک عبادت سے دوسری عبادت دوسری عبادت سے تیسری عبادت کی طرف منتقل ہوتا رہے اور مباح کام جس میں نہ ثواب ہے نہ عذاب مثلاً کھانا پینا چلنا پھرنا وغیرہ میں بھی نیک نیت مثلاً عبادت پر تقویت وغیرہ کی کرلے تاکہ مباح کام بھی طاعت ہو جائے اور اس میں اجر ملے اور کسب حلال نوکری مزدوری اور کوئی بھی پیشہ جو شریعت کے حکم کے موافق ہو اور عورت بچوں کو حلال کما کے کھلانا اور بچوں کی تعلیم و تربیت کرنا یہ سب عبادت میں داخل ہے یہاں تک کہ جو غفلت کے مددگار طاعت کی ہو اور شریعت کے حکم کے موافق ہو وہ بھی عبادت ہے چنانچہ تفسیر عزیزی سورہ والشمس صـــ ۳۰۳ میں ہے۔

اور قسم کھاتا ہوں میں رات کی جب چھپا لیتی ہے آفتاب کو کہ مانند وقت راحت کے اور توجہ طرف ادا کرنے حقوق اہل و عیال کے اور زمانہ غفلت اور حجاب کے ہے۔ لور نبوت سے اور یہ بھی آخرت کی کھیتی کرنے والے کو اور سالک طریقت کو ضروری ہے ورنہ کارخانہ دنیا کا درہم برہم ہو جاوے۔ اور ان عبادت کے کاموں سے کہ خلق اللہ کے حق سے متعلق ہیں جیسے عیادت مریضوں کی اور ملاقات اقرباء کی اور روزی کمانا اہل و عیال کے واسطے یا اور جو اس کے سوا ہیں محروم رہے اور آخرت کی زراعت کے نقصان کا سبب پڑے اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک روز مجلس مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھ کر اپنے گھر کو تشریف لئے جاتے تھے کہ ناگاہ ایک شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہ ان کا نام حنظلہ رضی اللہ عنہ تھا راستے میں ملے اور پکار کر بولے کہ حنظلہ منافق ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا حال ہے کہنے لگے کہ جس وقت حضور پر نور میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہوتا ہوں تو مجھ کو غیب کا عالم ایسا منکشف ہو جاتا ہے کہ گویا ان آنکھوں سے دیکھتا ہوں اور جب اس مجلس مقدس سے اٹھ کر گھر کو آتا ہوں اور جورو بچوں کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہوں تو وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب کا یہی حال ہے آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر جا کر

عرض کریں۔ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے پھر حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اس طور سے پکار کر کہا۔ کہ حنظلہ منافق ہو گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ انھوں نے سارا احوال اپنا عرض کیا فرمایا کہ اگر تم کو ہمیشہ یہی حالت رہے جو میرے حضور میں یا ذکر اللہ کی مجلس میں ہوتی ہے تو ہر گز تم لوگ اپنی عورتوں سے حظ نہ اٹھاؤ اور نعرے مارتے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے جنگلوں کو چلے جاؤ اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں لیکن یہ حالت کسی کو ہمیشہ نہیں رہتی بلکہ ایک ساعت اس حالت میں گذرتی ہے اور ایک ساعت غفلت میں ناتوجہ بحق اور توجہ بخلق ملی ہوئی رہیں۔ یہیں سے معلوم ہوا کہ غفلت اور راحت کے وقت بھی بزرگی رکھتے ہیں کہ آئندہ کی ریاضتوں کو مددگار ہوتی ہیں اور ان عبادتوں کے ثوابوں کے حاصل ہونے کا باعث ہوتی ہیں جو ان کا تعلق مخلوق کے حق سے رکھتے ہیں چنانچہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے انی لاحتسب نومتی کما احتسب قومتی۔ یعنی میں اپنے خواب میں بھی متوقع اجر اور ثواب کا رہتا ہوں جیسا کہ اپنی تہجد میں اس واسطے کہ اگر تہجد میں اللہ تعالےٰ کا حق ادا ہوتا ہے تو سونے میں نفس کا حق ادا ہوتا ہے اور یہ دونوں حق اللہ تعالےٰ کے واجب کرنے سے واجب ہوئے ہیں مگر جو غفلت کہ مددگار طاعت کی نہ ہو اور موافق حکم شرع کے اور فرمان الٰہی کے ادا کرنے کی نیت سے نہ ہو تو ایسی غفلت کی کچھ حرمت (یعنی عزت) اور بزرگی نہیں بلکہ حرام مطلق ہے۔

توحید کو لازم پکڑنا

(۹) سالک کو چاہئے کہ اپنی توحید کو ٹھیک کرے اور اسے لازم پکڑے اور ہر کام میں چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا اسی ہستی کا پہلے خیال کرے کیونکہ حقیقتہً ہر کام کا خالق و فاعل وہی اللہ تعالےٰ ہے۔ بندہ مظہر ہے اللہ تعالےٰ کا فعل ظاہر ہونے کی جگہ ہے اور جو کچھ عالم میں ہوتا ہے وہ سب اللہ تعالےٰ ہی کا فعل ہے یعنی اسی کے حکم سے اور اسی کے ارادے سے ہوتا ہے۔ نفع نقصان راحت تکلیف امیری فقیری بیماری تندرستی عزت ذلت ہدایت ضلالت وغیرہ سب اسی کی طرف سے ہے۔ کمان سے تیر چھوٹتا ہے تو جاہل سمجھتا ہے کہ کمان نے تیر چھوڑا اور جاننے والا کہتا ہے کہ تیر انداز نے تیر چھوڑا۔ یہی حال عالم میں واقعات و حوادثات کا ہے اسی کے پیدا کرنے سے واقعات و حوادث کا ظہور ہوتا ہے۔

شعر شیخ سعدیؒ

دریں نوعے از شرک پوشیدہ ہست

اس میں ایک قسم کا پوشیدہ شرک ہے

کہ زیدم بیازرد و عمروم بخست

کہ مجھے زید نے ستایا اور عمرو نے زخمی کیا۔

اسباب سے گذر کر مسبب الاسباب کی طرف نظر

(۱۰) سالک کو اسباب سے گذر کر مسبب الاسباب کی طرف ہمیشہ نظر رکھنی چاہیئے۔ اشعار۔

از مسبّب می رسد ہر خیر و شر

نیست از اسباب و وسائط اے پسر

اصل بیند دیدہ چوں اکمل بود

فرع بیند دیدہ چوں احول بود

ترجمہ ۔ اے لڑکے ہر خیر و شر مسبّب الاسباب سے پہنچتا ہے۔ اسباب و ذرائع سے نہیں پہنچتا جب نظر کامل ہوتی ہے تو آدمی اصل کو دیکھتا ہے اور جب نظر میں خرابی ہوتی ہے تو آدمی فرع کو دیکھتا ہے۔

قوت قدیمہ قوت حادثہ

(۱۱) سالک کو چاہیئے کہ کوئی کام کرے تو اس میں اپنی قوت و طاقت کو نہ دیکھے اور یہ نہ سمجھے کہ میں اپنی قوت وطاقت سے یہ کام کرتا ہوں بلکہ یہ سمجھے اور یہ دیکھے کہ اسی ذات پاک حق سبحانہٗ کی قوت وطاقت سے یہ کام ہوتا ہے۔ جبتک یہ بات سالک میں پیدا نہ ہوگی کام میں فلاح وبہبودی و کامیابی نہ ہوگی اسی لئے کام اور وعدہ سے پہلے بسم اللہ اور انشاء اللہ تعالیٰ کہنا چاہیئے۔ بندوں کے افعال اختیاریہ کے ساتھ دو قوت کا تعلق ہوتا ہے قوت قدیمہ (یعنی اللہ تعالےٰ کی قوت) اور قوت حادثہ (یعنی وہ قوت جو اللہ تعالےٰ نے بندہ میں پیدا کی ہے) مگر قوت حادثہ میں کوئی تاثیر نہیں ہے۔ اس کا فعل کے ساتھ محض اقتران (ملاپ) ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اس اقتران کے وقت فعل کو پیدا کرتا ہے۔ اس پیدا کرنے کو خلق کہتے ہیں اور بندہ کی قوت حادثہ کے اقتران کو کسب و اختیار کہتے ہیں۔ اسی کسب و اختیار کی وجہ سے بندہ مکلف و ماخوذ ہے۔ چونکہ بندہ کی قوت حادثہ میں کچھ تاثیر نہیں ہے جو کچھ ہوتا ہے

وہ اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت سے ہوتا ہے اسلئے سالک کو اسی کی قوت و طاقت پر نظر رکھنی چاہیئے جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو پہلا خیال یہ نہ آنا چاہیئے کہ میں اپنی قوت سے یہ کام کروں گا بلکہ یہ خیال آنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت سے یہ کام ہوگا۔ غافل جب صبح اٹھتا ہے تو کہتا ہے کہ آج میں یہ کام کروں گا وہ کام کروں گا اور عاقل و سالک کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ آج میں کیا کام کروں گا میں نہیں جانتا کہ آج مجھ سے اللہ تعالیٰ کیا کام لے گا۔ جو کام اللہ تعالیٰ مجھ سے لیگا وہی ہوگا اور اسی کی قوت و طاقت سے ہوگا میری قوت سے نہیں۔ مجھے اپنی قوت پر بھروسہ نہیں اسی کی قوت پر بھروسہ ہے۔

میزان توحید توحید کی میزان یہی ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ ہو تو پہلا خیال کس طرف جاتا ہے یہ دیکھنا چاہیئے اپنی قوت کی طرف جاتا ہے یا حق سبحانہ کی قوت کی طرف۔ اپنی قوت کی طرف اگر جائے تو یہ توحید سے غفلت ہے اور حق سبحانہ کی قوت کی طرف اگر جائے تو یہ توحید سے بیداری ہے۔

نسبت نیک و بد افعال (۱۲) سالک کو چاہیئے کہ اگر اس سے کوئی نیک کام سرزد ہو تو حقیقۃً وادباً کسی طرح اپنی طرف منسوب نہ کرے مثلاً نماز پڑھے تو یوں نہ کہے کہ میں نے نماز پڑھی بلکہ یوں کہے کہ اُسنے اپنے فضل سے مجھسے نماز پڑھوائی اور اگر کوئی بد کام سرزد ہو تو حقیقۃً نہیں بلکہ ادباً اپنی طرف منسوب کرے اور کہے کہ یہ بد کام میں نے کیا تو بہ و ندامت و استغفار کرے اسلئے کہ عاجزی و توبہ و ندامت و استغفار سے اللہ تعالیٰ راضی و خوش ہوتا ہے اور تکبر و بڑائی اور غرور و شیخی سے اللہ تعالیٰ ناخوش و ناراض ہوتا ہے۔

قلب کی نگہبانی (۱۳) سالک کو اپنے قلب کی نگہبانی کرنی چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ طاعت یا معصیت کے وقت قلب کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اگر طاعت سے فرحت و سرور اور معصیت سے حزن و غم پیدا ہو تو یہ قلب کے زندہ ہونے کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس سے خوش ہونے کی علامت ہے اور اگر طاعت سے فرحت و سرور اور معصیت سے حزن و غم نہ پیدا ہوتا ہو تو یہ قلب کے مردہ ہونے کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس سے ناخوش ہونے کی علامت ہے۔ اس لئے سالک کو چاہیئے کہ طاعت سے مسرور رہو دے اور ارتکاب معصیت سے

مغموم ہووے - نیکی اور طاعت پر خوشی سے امید بڑھتی ہے اور امید سے محبت پیدا ہوتی ہے اور نیکیاں کرنے کی رغبت اور معاصی سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے۔
طاعت سے فرحت ہونا دو طرح پر ہے - طاعت سے فرحت اس حیثیت سے کہ طاعت کو اللہ تعالے کی طرف سے بندہ اپنے اوپر نعمت اور فضل سمجھے یہ فرحت محمود ہے اور یہی فرحت بندہ سے مطلوب ہے اور یہی شکر نعمت کا مقتضیٰ ہے اور طاعت پر فرحت اس حیثیت سے کہ بندہ سے اس کا ظہور ہوا ہے اسکے ارادے اور اختیار اور حول وقوت سے یہ فرحت مذموم ہے منع ہے اور کفران نعمت ہے اور خود بینی ہے جس سے عمل ساقط ہو جاتا ہے -

توکل سالک کو اپنے ہر کام میں اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئیے اور اسی سے مدد مانگنا چاہئیے اور اسی سے امید و خوف رکھنا چاہئیے - اعمال صالحہ کو بجالاوے اور افعال منکرہ سے بچے اور ظاہر و باطن میں شریعت و سنت کی پابندی کرے اور بدعات و مکروہات سے بچے اور اعمال و افعال میں اپنی حول وقوۃ کو نہ دیکھے - اسی کی حول وقوۃ پر نظر رکھے وہی نافع ہے وہی ضارّ ہے وہی معزّ ہے وہی مذل ہے اس کی شان بے نیاز ہے وہ جو چاہے سو کرے اس کا فعل حکمت سے خالی نہیں وہ پاک ذات بے عیب ہے اسکے سب کام اچھے ہیں جس نے اس پر بھروسہ کیا اسکے لئے وہ کافی ہے چنانچہ کلام اللہ میں ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ - یعنی جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اس کے لئے کافی ہے وہ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے ہدایت نہ دے جسے چاہے جنّت دے جسے چاہے دوزخ دے وہ اپنی ملک میں جو تصرف چاہے کرے اسی کو اختیار ہے بندہ محتاج وہ جس سے طاعت و عبادت کرائے وہی طاعت و عبادت کر سکتا ہے اور وہ جس کو کفر و معصیت سے بچائے وہی کفر و معصیت سے بچ سکتا ہے چنانچہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے معنی یہ ہیں کہ برائی سے بچانا اور نیکی پر لانا نہیں ہے مگر اللہ کے ساتھ اللہ ہی جس کو نیکی پر لاوے وہ نیکی پر آسکتا ہے اور اللہ ہی جس کو برائی سے بچاوے وہ برائی سے بچ سکتا ہے اسلئے اپنے کل کام میں اسی کی طرف رجوع کرنا اسی سے مدد مانگنا اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہئیے -

نیت (۱۵) سالک کو چاہیئے کہ نیت درست رکھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے نیت میں اخلاص رکھے اگر نیت میں اخلاص نہ ہوگا تو عمل کا ثواب ضائع ہو جائے گا اور حدیث شریف میں ہے کہ نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اسلئے کہ نیت قلب کا فعل ہے اور عمل اعضاء کا فعل ہے اور قلب کا فعل اصل وعمدہ ہے اور نیت کے کام کی مدت دراز ہوتی ہے مثلاً کوئی نیت کرے کہ جبتک زندہ رہونگا درس دیتا رہونگا یا بیوہ کی خدمت کرتا رہوں گا اور اعضاء کے عمل کی مدت بہت کم ہوتی ہے تھوڑی مدت میں عمل ختم ہو جاتا ہے مثلاً چار رکعت نماز پانچ منٹ میں ختم ہوتی ہے اور قلب کا کام جب تک نیت وہ نیک کام کرنے کی رہتی ہے وہاں تک جاری رہتا ہے اور اعضاء کے عمل میں فساد نیت اور فوت شرائط وارکان کا اندیشہ ہے جس سے عمل فاسد ہو جاتا ہے اور نیت میں جب وہ نیک ہو تو اس کا اجر قائم رہتا ہے اور ایک ہی کام میں جتنی بھی اچھی نیتیں بڑھائی جائیں گی اتنا ہی زیادہ اجرو ثواب ملیگا مثلاً گھر سے نکلے تو نیت کرے کہ راستہ میں جو مسلمان ملیگا اسکو سلام کروں گا۔ کانٹا پتھر وغیرہ راستہ میں ہوگا تو دور کرونگا جنازہ ملیگا تو کندھا دوں گا کوئی برا کام دیکھوں گا تو اُسے منع کرونگا۔ نظر نیچی رکھکر چلونگا۔ غیر محارم پر نظر نہ ڈالوں گا۔ ذکر کرتا چلوں گا وغیرہ۔ اور باطن میں اللہ تعالےٰ کی یاد سے غافل نہ ہووے اگرچہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ معاملہ میں مشغول ہووے اور دل بہ یار دست بکار کا مصداق بنجاوے۔

شعر۔ از درون شو آشنا و از بیروں بیگانہ باش

اندر سے خدا کے ساتھ آشنا رہ اور باہر سے بیگانہ رہ

اینچنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

ایسی عمدہ روش دنیا میں کم ہوتی ہے۔

صبر و شکر (۱۶) سالک کے لئے صبر و شکر لازم ہے نعمت پر شکر کرنا چاہیئے نعمت دنیوی ہو جیسے اولاد وغیرہ یا دینی ہو جیسے حصول علم دین وغیرہ۔ شکر کا مطلب یہ ہے کہ نعمت کو من جانب اللہ سمجھے اپنی قابلیت ولیاقت سے نہ سمجھے اور نعمت کا حق ادا کرے اور نعمت کو ذریعہ خوشنودی باریتعالیٰ بنادے

شکر سے نعمت قائم رہتی ہے اور بڑھتی ہے اور کفران نعمت سے نعمت زائل ہو جاتی ہے اور تکلیف میں صبر کرنا چاہیئے۔ تکلیف میں جزع فزع نہ کرے۔ مخلوق کے آگے خالق کی شکایت نہ کرے تکلیف کو بھی من جانب اللہ سمجھے اور اللہ تعالےٰ کے حکم سے راضی وخوش رہے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ٥ پڑھے۔ اس کے پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی رحمت ہوتی ہے ور ہدایت میسّر ہوتی ہے۔ آدمی کا کوئی وقت راحت یا تکلیف اور طاعت یا غیرطاعت سے خالی نہیں ہوتا تو راحت وطاعت کے وقت شکر اور تکلیف کے وقت صبر اور غیرطاعت کے وقت خوف خدا او توبہ کرنی چاہیئے۔

مذاق العارفین ترجمۂ احیاء العلوم ج ۴ ص ۷۸ میں ہے کہ بعض عارفین کا قول ہے کہ صبر والوں کے تین درجے ہیں اول چھوڑنا شہوات کا یہ درجہ توبہ کرنے والوں کا ہے دوسرا راضی ہونا تقدیر پر یہ درجہ زاہدین کا ہے تیسرا درجہ محبت کرنا اس کام سے جو خدائے تعالےٰ اسکے ساتھ کرے۔ اور یہ درجہ صدیقین کا ہے۔

اور مذاق العارفین ج ۴ ص ۸۶ میں ہے کہ

روایت ہے کہ کسی اہل دل کا کوئی دوست تھا اسکو بادشاہ نے مقید کیا اس نے یہ خبر اُن بزرگ کو کہلا بھیجی اور شکوہ اپنے قید ہونے کا لکھا انہوں نے جواب میں فرمایا کہ خدا کا شکر کرو بادشاہ نے اس شخص قیدی کو ہنٹر وایا اس نے پھر شکایت ان بزرگ کے پاس کہلا بھیجی انھوں نے پھر فرمایا کہ شکر خدا کرا تنے میں ایک مجوسی قید ہوا جس کو دستوں کی بیماری تھی سلطان کے حکم سے ایک ہی بیڑی میں دونوں کو رکھا ایک کڑا اس شخص کے پاؤں میں اور دوسرا مجوسی کے پاؤں میں اسنے یہ ماجرا بھی کہلا بھیجا انھوں نے فرمایا کہ شکر خدا کر پھر وہ مجوسی پاخانے کے واسطے بہت دفعہ اٹھتا اور اس شخص کو بھی اسکے ساتھ اٹھنا پڑتا اور وقت فراغت تک اس کے سر پر کھڑا رہنا پڑتا غرض اس تکلیف کو بھی اس نے بزرگ کی خدمت میں لکھا انہوں نے فرمایا کہ شکر خدا کر تب اس نے دل تنگ ہوکر لکھا کہ کہاں تک شکر کئے جاؤں اس مصیبت سے بڑھکر کونسی مصیبت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو زنّار مجوسی کی کمر میں ہے اگر تیری کمر میں ڈالدیا جاتا

تو تو کیا کرتا اس سے معلوم ہوا کہ جو فرد بشر کہ مبتلائے مصیبت ہوتا ہے اگر وہ خوب غور سے جیسا کہ چاہیئے ویسا تامل کرے کہ میں نے ظاہر و باطن میں اپنے آقا کے حق میں کتنی بے ادبی کی ہے تو اس کو معلوم ہوگا کہ جس قدر مجھ کو مصیبت پہنچی وہ کم ہے اور میں سزاوار اس سے زیادہ کا تھا یعنی جس قدر جرم تھا اسقدر سزا نہیں دی مثلاً سو کوڑے لگنے کے قابل گستاخی تھی تو دس ہی لگے یا دونوں ہاتھ کاٹے جانے کے لائق بے ادبی تھی مگر ایک ہی کٹا تو ظاہر ہے کہ مقام شکر ہے الخ

تواضع (۱۷) سالک کو چاہیئے کہ سب کو اپنے سے اچھا سمجھے اور خود کو سب سے برا جانے اگر بچہ کو دیکھے تو کہے کہ یہ ابھی نابالغ ہے اسلیئے اس نے گناہ نہیں کیئے میں نے بہت گناہ کیئے ہیں وہ مجھ سے اچھا ہے اور اگر بڑے کو دیکھے تو کہے کہ اس نے مجھ سے زیادہ عبادتیں و طاعتیں کی ہوں گی یہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر عالم کو دیکھے تو کہے کہ اس نے بہت علم پڑھا ہے وہ بہت بزرگی رکھتا ہے مجھ سے افضل ہے اور اگر جاہل کو دیکھے تو کہے کہ اگر اس نے کوئی برا کام کیا ہوگا تو جہالت سے انجان سے کیا ہوگا وہ سادہ لوح ہے مجھ سے اچھا ہے اور اگر فاسق کو دیکھے تو کہے کہ شاید اسکے اندر کوئی اچھی صفت ہو جسے میں نہیں جانتا مثلاً دل میں کینہ نہ رکھتا ہو یا اللہ تعالےٰ اسکے گناہوں کو درگذر کرے اس کے ساتھ فضل کا معاملہ کرے اسلیئے وہ مجھ سے بہت اچھا و اعلیٰ ہے اور اگر کافر کو دیکھے تو کہے کہ میں نہیں جانتا شاید وہ مشرف با یمان ہو جائے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو اور جنت میں داخل ہو اور کیا خبر میری قسمت میں گمراہی لکھی ہوئی ہو میں گمراہ ہو جاؤں کافر بن جاؤں اور میرا خاتمہ کفر پر ہو اور جہنم میں جھونکا جاؤں اسلیئے کہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا بس خدا ہی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے گمراہ کرے پس شاید وہ کافر ایمان لاکر ایمان پر مر کر کل آخرت میں مجھ سے بہتر ہو جائے اور میں شاید کفر پر مر کر جہنمی بن جاؤں اسلیئے وہ کافر مجھ سے بدرجہا اعلیٰ و افضل ہے۔

خاتمہ کی کسی کو خبر نہیں ہے کہ کس کا خاتمہ کس طرح ہوگا ہر مسلمان کو یہ تو کامل یقین رکھنا چاہیئے کہ میں یقیناً مسلمان ہوں اور میں اللہ عز و جل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے احکام پر ایمان اور یقین کامل رکھتا ہوں مگر یہ ایمان و یقین

موجودہ اسکے منافی نہیں ہے کہ شاید آئندہ حالت بدلجاوے اور مسلمان کافر اور کافر مسلمان بنجاوے اسلئے کہ اللہ تعالےٰ مقلب القلوب ہے جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے لہذا سالک کو ہمیشہ ہر حال میں ڈرتے رہنا چاہئے اور تواضع وخاکساری کرنی چاہئے اور خود بینی وتکبر سے دور رہنا چاہئے اور اپنی ناقص عبادت نماز روزہ وغیرہ پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ خدائے تعالےٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اسی سے امیدوار رہنا چاہئے۔

شرح حکم صـ۵۴-۵۶ کا ترجمہ ومطلب یہ ہے کہ ۔

وہ آدمی جس نے اپنے نفس کے لئے تواضع ثابت کی بایں طور کہ اسکے دل میں گذرا کہ میں متواضع ہوں تو وہ ضرور یقیناً متکبر ہے اسلئے کہ تواضع کو ثابت کرنا نہیں پیدا ہوا مگر اپنے لئے بلندی ثابت کرنے سے جس کا وہ خود کو مستحق سمجھتا ہے اور اپنے گمان میں وہ اس بلندی سے نیچے کی طرف اترتا ہے اور اپنے لئے تواضع کو ثابت کرتا ہے پس اس تواضع کے ضمن میں اسنے اپنے لئے بلندی ثابت کی اور یہ تکبر ہے اور تکبر منتفی نہیں ہوتا مگر ساتھ موجود ہونے تواضع کے حقیقۃً بایں طور کہ اپنے نفس کے لئے کوئی مرتبہ نہ جانے۔ متواضع وہ نہیں ہے کہ جب وہ تواضع کرے مثلاً نیچی جگہ بیٹھے تو سمجھے کہ میں اس جگہ سے اوپر مرتبے والا ہوں مگر نیچے تواضعاً بیٹھا ہوں مگر متواضع وہ ہے کہ جب وہ تواضع کرے تو سمجھے کہ میں جس جگہ بیٹھا ہوں اس سے نیچے جگہ کے لائق ہوں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ متواضع حقیقۃً وہ ہے جو اپنے لئے تواضع کو ثابت نہ کرے اسلئے کہ وہ ہمیشہ اپنی پستی وکم لیاقتی ہی کو دیکھتا ہے شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کے لئے قدروقیمت دیکھے تو اس کو تواضع سے کوئی حصہ نہیں ہے اور حقیقی تواضع کی علامت یہ ہے کہ جب عتاب کیا جائے تو غصے نہ ہو اور جب مذمت کیا جائے تو برا نہ مانے اور حرص نہ کرے کہ لوگوں کے نزدیک قدروقیمت ہو۔ اور صـ۵۶ میں ہے کہ تواضع حقیقی وہ ہے جو پیدا ہو حق سبحانہ کی عظمت کے شہود سے اور اسکی صفت کی تجلی سے۔ اللہ تبارک وتعالےٰ کی عظمت کا شہود اور اسکی صفت کی تجلی وہ شئی ہے جس سے بندہ کو تواضع حاصل ہوتی ہے اس لئے کہ اس سے نفس پگل جاتا ہے اور پژمردہ ہوجاتا ہے اور اسکی خواہشات شکستہ ہوجاتی ہیں اور تکبر کے درخت کی جڑ نہیں کٹتی مگر اسی سے

اور حقیقی کی قید سے وہ تواضع نکل گئی جو نفس کے عیوب اور نقصانات دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے وہ تواضع حقیقی نہیں ہے اسلئے کہ اس تواضع میں کبر اور عجب کا کچھ حصہ ملا ہوا رہتا ہے اسی لئے جُنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ تواضع اہلِ توحید کے نزدیک تکبر ہے اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شاید اس سے مراد یہ ہے کہ متواضع پہلے اپنے نفس کو ثابت کرتا ہے پھر تواضع کرتا ہے اور موحد اپنے نفس کو ثابت ہی نہیں کرتا اور اسکو کچھ نہیں سمجھتا اور اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں جانتا تاکہ اس کو پہلے ثابت کرکے پھر تواضع کے لئے جھکائے۔ ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو آدمی تواضع کرنے کا ارادہ کرے اس کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کی طرف پھیرے تو اس کا نفس پگل جائے گا اور پژمردہ ہو جائیگا لہٰذا جو شخص کہ اللہ عزوجل کے غلبہ اور زور کی طرف نظر کریگا اسکے نفس کا غلبہ اور زور فنا ہو جائیگا اسلئے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی عظمت وہیبت کے آگے سب ناچیز ہیں اور اشرف تواضع یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالےٰ کے اپنے نفس کی طرف نظر نہ کرے اور کتاب عوارف المعارف میں ہے کہ بندہ حقیقت تواضع کو نہیں پہنچتا مگر وقت چمکنے نور مشاہدہ کے اس کے دل میں پس اس وقت اس کا نفس پگل جاتا ہے اور پگلنے کے بعد کبر و عجب کے میل سے پاک ہو جاتا ہے۔

الحب اللہ والبغض اللہ

(۱۸) سالک کو چاہیئے کہ اللہ کے واسطے دوستی اور اللہ کے واسطے دشمنی رکھے یعنی اللہ سے اور اللہ کے دوستوں سے اور وہ کام جس سے اللہ تعالےٰ خوش ہوتا ہے اس سے دوستی رکھے اور اللہ تعالےٰ کے دشمنوں سے اور وہ کام جن سے اللہ تعالےٰ ناخوش ہوتا ہے ان سے دشمنی رکھے۔ حدیث شریف میں ہے هل الدین الا الحب والبغض ترجمہ۔ دین نہیں ہے مگر دوستی اور دشمنی۔ یعنی دین نام ہے اللہ اور اللہ کے دوستوں سے دوستی کا اور اللہ اور اللہ کے دشمن اور اللہ کے دوستوں کے دشمن سے دشمنی کا۔ روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) کیا تم نے میرے لئے کوئی کام کیا؟ تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ میں نے تیرے لئے نماز پڑھی روزہ رکھا صدقہ کیا ذکر کیا تو اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا نماز تو تیرے لئے برھان و دلیل ہے اور روزہ تیرے لئے ڈھال ہے اور صدقہ سایہ ہے اور ذکر نور ہے (یعنی یہ چاروں

چیزیں تیرے ہی فائدہ کے لئے ہیں، پس میرے لئے تو نے کونسا کام کیا؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے الٰہی مجھے وہ کام بتا جو خاص تیرے لئے ہو میں نہیں جانتا تب اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا کہ کیا تو نے میرے دوست سے دوستی اور میرے دشمن سے دشمنی کی تب موسیٰ علیہ السلام نے جانا کہ افضل اعمال اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس قوم میں کوئی شخص گناہ کرتا ہو اور اس قوم کے لوگ اس کو گناہ سے روک سکتے ہوں اور پھر نہ روکیں تو اس قوم کے لوگوں کے مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ جلّ وعلا ان پر عذاب عام کرے گا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں کوئی شخص برائی کو دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اس کو مٹا دے اگر ہاتھ سے طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر زبان سے طاقت نہ ہو تو دل سے اور یہ بہت ضعیف ایمان ہے اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسا ظالم بادشاہ مقرر کریگا جو تمہارے بڑوں کی عزت نہیں رکھیگا اور چھوٹوں پر رحم نہیں کریگا اور تم میں سے اچھے اور بزرگ لوگ دعا کریں گے تو انکی دعا قبول نہیں ہوگی اور اللہ تعالےٰ سے مدد مانگینگے تو مدد نہیں ملے گی اور گناہوں کی معافی مانگینگے تو معافی نہیں دیجائیگی۔ یہ شامت ہے اعمال و اشخاص بد سے بغض نہیں رکھنے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرنیکی۔ اللہ عزوجل نے یوشع بن نون علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں تمہاری قوم میں سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار برے آدمیوں پر ہلاکت و بربادی بھیجوں گا۔ یوشع بن نون علیہ السلام نے عرض کی کہ اے خدا برے لوگ تو خیر اس کے سزاوار ہیں مگر اچھے لوگوں نے کیا کیا ہے تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ اچھے لوگ ان بروں پر میرے غصہ کی وجہ سے غصہ نہیں کرتے تھے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جب کسی قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اور لوگ اسے کھلم کھلا عمل میں لانے لگتے ہیں تو وہ اس وقت ان طرح طرح کے طاعونوں اور وبائی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں جنکا وجود ان کے گذشتہ آباؤ اجداد میں نہ تھا اور جب کوئی قوم ماپ تول میں کمی بیشی کرتی ہے تو وہ قحطوں اور شدتوں اور بادشاہ وقت کے جور وظلم میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جب کوئی قوم

اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینے سے رک جاتی ہے تو ان سے آسمانی بارش بند ہو جاتی ہے
اگر بہائم زمین پر نہ ہوتے تو ان پر کبھی مینہ نہیں برستا اور جو قوم اللہ عز وجل و رسول
علیہ السلام کی عہد شکنی اور غداری کو اپنا شعار بنا لیتی ہے تو خدائے تعالیٰ ان کے ناجنس
دشمنوں کو ان پر قابو دیتا ہے (پھر وہ جس طرح چاہتے ہیں ان سے انتقام لیتے ہیں
ان کی بستیوں کو اجاڑ دیتے اور مال و اسباب غارت کر دیتے ہیں) اور جس قوم
کے مقتدا اور پیشوا لوگ خدائے تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام پر عمل کرنا چھوڑ
دیتے ہیں تو خدائے تعالیٰ ان میں اختلاف پیدا کر دیتا ہے اور آپس میں جنگ و
جدال کر کے تباہ و برباد ہوتے ہیں۔

امید و خوف

(۱۹) سالک کو امید و خوف دونوں رکھنا ضروری ہے۔ نہ صرف
امید سے کام بنتا ہے نہ صرف خوف سے۔ طاعت کے وقت
امید کو غالب رکھنا چاہئے اس لئے کہ امید سے محبت بڑھتی
ہے اور خدائے تعالیٰ کی وہ عبادت جو اس کے فضل و کرم کی امید پر کیجاوے
اس عبادت سے بہتر ہے جو اس کے عذاب کے خوف سے کیجائے اسلئے کہ اللہ سے محبت
پیدا ہوتی ہے اور محبت سے بالاتر کوئی درجہ نہیں اور محبت ہی میں مزہ ہے اور
محبت ہی سے دل صاف ہوتا ہے اور معصیت کے اندیشہ کے وقت خوف کو
غالب رکھنا چاہیئے تاکہ معصیت سے بچے اور مرنے کے وقت امید کو غالب رکھنا
چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہئے اس لئے کہ حدیث شریف میں
ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جیسا وہ میرے
ساتھ گمان کریگا ویسا میں اس کے ساتھ ہوں اس لئے جو شخص اس جہان سے جائے
چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ کی محبت کے ساتھ ہو تاکہ خدائے تعالیٰ کی ملاقات اس شخص کی
سعادت ہو جائے اسواسطے کہ محبوب ہی کی ملاقات میں مزہ ہے۔ شرح حکم صـ۲ ج ۱ میں ہے کہ
خوف اور امید یہ دو حال ہیں کہ بندہ کے قلب پر ایک کے پیچھے ایک آتے ہیں اور ان دو
کا اعتدال مطلوب ہے برابر رہنے کہ چاہے بندہ طاعت میں ہو یا معصیت میں ہو اور ان
دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے ترازو کے دو پلے یا پرندہ کے دو بازو اور یہ
(یعنی طاعت اور معصیت میں خوف و امید کا برابر رہنا) عارفین اور اولیاء اللہ
کے اعلیٰ مشاہدہ کی وجہ سے ہے اسلئے کہ خوف و امید کا منشا ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی

ڈرانے والی اور امید دلانے والی صفات کا مشاہدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں تفاوت نہیں ہے اسی طرح ان کے مشاہدہ میں بھی تفاوت نہیں ہے پس اگر ان کے مشاہدہ میں کسی کو تفاوت واقع ہو تو اس کا مشاہدہ ناقص ہے اور اسکے احوال بے نقاہی ہے اسی لئے جب مشاہدہ کامل ہو تو کمال خوف پایا جا سکتا ہے باوجود بندہ کے عمل میں لانے کے طاعت کو اور غلبہ امید پایا جا سکتا ہے باوجود بندہ کے عمل میں لانے کے معصیت کو۔

گناہ پر ندامت

(۲۰) سالک کو چاہیئے کہ اپنے گناہ کو بڑا سمجھے خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور اپنی طاعت کو چھوٹا سمجھے خواہ وہ بڑی ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "مومن اپنے گناہوں کو ایسا دیکھتا ہے کہ گویا پہاڑ کے نیچے کھڑا ہے کہ اس پر گر پڑے اور فاجر اپنے گناہوں کو مثل مکھی کے سمجھتا ہے جو ناک پر بیٹھی ہے کہ اس کو ہاتھ سے اڑا دیتا ہے" گناہ کو بڑا جاننے سے وہ چھوٹا ہو جاتا ہے اور طاعت کو چھوٹی خیال کرنے سے وہ بڑی ہو جاتی ہے اگر سالک سے کوئی گناہ ہو جاوے تو اس کو بڑا جانے اور اتنی ندامت کرے جس سے اس کو عبرت حاصل ہو جاوے اور آئندہ ترک کا عزم کرے اور اتنی ندامت نہ کرے جس کی وجہ سے اسکو اللہ تعالے سے ناامیدی و بدگمانی پیدا ہو جائے ایسی ندامت کفر ہے اور اس گناہ سے بھی بڑھکر یہ گناہ ہے اور گناہ کو یاد رکھنا یا نہ رکھنا اس کے متعلق مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم ج ۴ ص ۷۲ میں ہے۔

یاد رکھنا گناہ کا مبتدی غافل کی نسبت داخل کمال ہے اور سالک طریق کے لئے نقصان ہے اسلئے کہ یاد کرنا بھی ایک شغل مانع راہ چلنے کا ہے سالک طریق کو سوا راہ چلنے کے اور طرف دھیان ہی بچانا چاہیئے مثل مشہور ہے کہ راہ بے کاٹے نہیں کٹتی اگر سالک کی نظر میں پہونچنے کے آثار معلوم ہوں اور انوار معرفت اور رغبت کی چمک منکشف ہو جاوے تو اس میں مستغرق ہو جاوے گا اور پھر اس کو یہ گنجائش نہ ہوگی کہ اپنے پہلے حالات پر التفات کرے یہ درجہ کمال کا ہے۔

لہٰذا سالک کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیئے بلکہ غفور و رحیم کے فضل و کرم پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہیئے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) کو یہ دعا بتائی تھی اللّٰھم مغفرتک

اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ۔ ترجمہ۔ اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے بہت بڑی ہے اور مجھ کو بہ نسبت اپنے عمل کے تیری رحمت کی زیادہ امید ہے شعر

قدسی ندانم چوں شود سودائے بازار جزا
او نقد آمرزش بکف من جنس عصیاں در بغل

ترجمہ۔ اے قدسی میں نہیں جانتا کہ قیامت کے بازار کا سودا کس طرح ہوگا۔ اسکے ہاتھ میں معافی کا نقد ہے اور میرے پاس گناہوں کی جنس ہے۔ اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی۔ اللھم اغفرلی ولوالدی ولاساتذتی والمشائخی ولاحبائی ولاخوانی ولجمیع المومنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات برحمتک یا ارحم الراحمین۔ آمین۔

تتمیم فائدہ کے لئے شرح حکم کی بعض عبارات کا ترجمہ و مطلب ذیل میں لکھا جاتا ہے عمل پر اعتماد کی نشانیوں سے ایک نشانی یہ ہے کہ لغزش اور گناہ کے وقت امید کم ہو جائے۔ عمل پر اعتماد کرنے والے عباد اور مریدین ہوتے ہیں۔ عباد عمل پر اسلئے اعتماد کرتے ہیں کہ اسکے ذریعہ سے جنت اور جنت کی نعمتیں ملیں گی اور عذاب جہنم سے نجات حاصل ہوگی اور مریدین عمل پر اسلئے اعتماد کرتے ہیں کہ اسکی وجہ سے وصول الی اللہ حاصل ہوگا اور احوال و مکاشفات و اسرار حاصل ہوں گے اور عباد و مریدین کی یہ سب باتیں عدم میں اور پیدا ہوتی ہیں۔ رویت نفس اور اعمال کو نفس کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے۔ لیکن عارفین اپنے نفس کے لئے کچھ عمل نہیں دیکھتے تاکہ اس پر اعتماد کریں بلکہ وہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ فاعل حقیقی اللہ تعالی ہے اور بندہ اللہ تعالے کے فعل کا مظہر ہے۔

اللہ تعالے پر اعتماد کرنا صفت عارفین موحدین کی ہے اور اللہ تعالے کے غیر پر اعتماد کرنا وصف جاہلین غافلین کا ہے وہ غیر چاہے کوئی چیز ہو یہانتک کہ ان کے علوم اعمال احوال وغیرہ لیکن عارفین موحدین بساط قرب و مشاہدہ پر ہوتے ہیں۔ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہیں اپنے نفس سے خالی ہوتے ہیں پس جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے یا ان کو کوئی غفلت پہنچتی ہے تو وہ اللہ تبارک و تعالے کے تصرف کو ملاحظہ کرتے ہیں اور اللہ تعالے کے حکم کا نافذ ہونا دیکھتے ہیں جیسے کہ جب ان سے

کوئی طاعت کا صدور ہو یا ان سے بیداری کا ظہور ہو تو اس میں وہ اپنے
نفس کو نہیں دیکھتے اور وہ اس میں اپنی حول و قوت کو نہیں دیکھتے اسلئے کہ
سابق ان کے قلوب کی طرف اللہ تعالٰی کی یاد ہے پس ان کے نفس تقدیر کے
جاری ہونے کے ماتحت مطمئن ہیں اور وہ اپنے نفس سے فانی ہیں اور اپنی حول و قوت
نہیں دیکھتے اسی ذات واحد کے حکم سے ہر چیز کا ہونا دیکھتے ہیں اور وہ بحار توحید میں غرق ہیں انکا خوف
اور امید ہر حال برابر رہتا ہے گناہ سے بچنے کیوجہ سے انکا خوف کم نہیں ہوتا اور نیکی کرنے کی وجہ سے انکی امید زیادہ
نہیں ہوتی۔ عارفین قائم باللہ ہیں۔ اللہ تعالٰی ہی ان کے کام کا نگہبان ہے پس
جب ان سے کوئی طاعت ہوتی ہے تو اس پر وہ ثواب کی امید نہیں رکھتے اسلئے
کہ وہ اپنے نفس کو اس کا کرنے والا نہیں دیکھتے اور اگر ان سے کوئی گناہ ہوتا ہے
تو خود کو مستحق ملامت سمجھتے ہیں۔ شدت و رضا ہر حال میں وہ اسی ذات پاک حق
سبحانہ کو دیکھتے ہیں۔ ان کا قیام اللہ تعالٰی کے ساتھ ہے اور ان کی نظر اللہ تعالٰی
کی طرف ہے ان کا خوف اسکی ہیبت ہے اور ان کی امید اس کے ساتھ انس
ہے۔ لیکن عارفین کے سوا دوسرے لوگ اپنے نفس کے ساتھ قائم ہیں۔ اعمال و
افعال کو اپنے نفس کی طرف نسبت کرتے ہیں اور نفس کا حظ ڈھونڈتے ہیں۔
اپنے اعمال و افعال پر بھروسہ کرتے ہیں اور اپنے احوال پر سکون کرتے ہیں۔
پس جب ان سے کوئی گناہ ہوتا ہے تو اسکی وجہ سے ان کی امید کم ہو جاتی ہے
اور جب کوئی طاعت کرتے ہیں تو اسکے سبب سے امید زیادہ ہو جاتی ہے
اور اس کو بہت بڑا کام سمجھتے ہیں اور اس پر بہت بڑا اعتماد کرتے ہیں پس وہ
اسباب سے تعلق پکڑتے ہیں اور رب ارباب سے محجوب ہو جاتے ہیں جو شخص
اپنے اندر یہ علامت پائے تو وہ اپنے مرتبہ سے آگے نہ بڑھے اور خاص مقربین
کے مقامات کا مدعی نہ بنے اور ریاضت و مجاہدہ کرے تاکہ مقام عرفان پر پہنچے
مذکورہ بیان سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنی ہمت کو بلند کرے اور سوائے اللہ تعالٰی
کے کسی چیز پر بھروسہ نہ کرے اور اعمال کو بھی ترک نہ کرے اسلئے کہ اعمال سبب
عادی ہیں وصول الی اللہ کے لئے اور جو احوال سالک کو پیش آئیں ان کو بھی حقیر
نہ جانے اسلئے کہ یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے احسانات ہیں جن کو رد کرنا لائق نہیں
ف سالک کے لئے ضروری ہے کہ سلوک طے کرنے کے لئے اعمال صالحہ کی کثرت

کوے تاکہ عقبات نفس قطع ہوں اور رب تبارک و تعالےٰ کا وصول حاصل ہو۔ پس سالک جب ریاضت و مجاہدہ بہت کثرت سے کرتا ہے اور مدت دراز اس پر گذر جاتی ہے تو بعض اوقات اسکو بعض انواع عبادات و اوراد سے سستی آتی ہے اور اس کو غم ہوتا ہے اور بسا اوقات نفس کہنے لگتا ہے اوراد کو بالکلیہ ترک کرنے کے لیئے باوجود اس کے کہ اس کو ایک نوع اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل ہو چکی ہوتی ہے۔ پس جب سالک کو ایک قسم کی معرفت حاصل ہو جائے مثلاً بطریق ذوق جانے کہ اللہ تعالےٰ اس کے پاس ہے اللہ اس کے حال سے واقف ہے یا بطریق ذوق جانے کہ کوئی فاعل نہیں ہے سوائے اللہ تعالےٰ کے بایں طور کہ اسکو تجلی افعال حاصل ہو۔ جو تجلیات میں پہلی تجلی ہے صوفیوں کے نزدیک پس اس وقت قلت عمل کی پرواہ نہ کرے اسلیئے کہ عمل سے مقصود اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرنا ہے اور ایک نوع معرفت کی حاصل ہونا دلیل ہے حصول قرب پر اور یہ ظاہری اعمال کی کثرت سے بدرجہا بہتر ہے اسلیئے کہ معرفت کا حصول اللہ تعالےٰ کی طرف سے بطریق تفضل ہوتا ہے اور اعمال کو بندہ اللہ تعالےٰ کیطرف بھیجتا ہے اور کجا نسبت اس چیز کی جو اللہ تعالےٰ عطا فرمائے اس چیز سے جو بندہ اللہ تعالےٰ کی طرف بھیجے اسلیئے کہ بندہ کا ہدیہ اگرچہ زیادہ ہو حقیر ہے بنسبت آقا کے ہدیہ کے بندہ کیطرف اگرچہ قلیل ہو۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ تھوڑا عمل معرفت کے ساتھ بہتر ہے بہت عمل سے بغیر معرفت کے۔ پس جب سالک کو کچھ نوع معرفت حاصل ہو جائے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے قلب کو اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ کرے تاکہ زیادتی معرفت کی حاصل ہو اور اس کا اہتمام بنسبت اعمال ظاہرہ کے زیادہ کرے۔

صد ۲۱ ہر سانس میں اے سالک تیرے لئے مقدر ہے طاعت یا معصیت یا نعمت یا بلا۔ پس طاعت پر شکر معصیت سے توبہ نعمت پر شکر اور بلا پر صبر کرنا چاہیئے ہر سانس جو تو لیتا ہے وہ ظرف ہے واسطے حکم کے احکام حق سے جو تیرے اندر نافذ ہوتا ہے پس تجھے سزاوار ہے اسکے ساتھ ادب کرنا اور مراقبہ کرنا ہر سانس میں اور اس کا حق ادا کرنا اس طرح ہر سانس میں تو ایک راستہ چلے گا اللہ تبارک و تعالےٰ کی طرف یہی معنی ہیں۔ صوفیوں کے اس قول کے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی طرف راستے لوگوں کی سانسوں کی مقدار ہیں۔ اے سالک اغیار سے فراغت کا انتظار مت کر یعنی یہ

خیال مت کر کہ جب قلب سے یہ موجودہ اکدار و ظلمات دور ہو جائیں گے تب عبادت و طاعت میں مشغول ہوؤں گا بلکہ موجودہ وقت ہی کو غنیمت جان اور اس کا حق ادا کر ۔ اور اپنے مولیٰ عزوجل کا اس میں مراقبہ کر اور اکدار و ظلمات کے ساتھ مشغول مت ہو بلکہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو اور اس کی عبادت و طاعت میں مصروف رہ ۔

۳۹ کوئی عمل زیادہ قابل قبول نہیں ہے اس عمل سے جس کا شہود اے سالک تجھسے غائب ہو (بایں طور کہ تو دیکھے کہ جس نے تجھ کو اس کام کی توفیق دی وہ اللہ تعالےٰ ہی ہے اگر اس کی توفیق نہ ہوتی تو یہ کام تجھ سے نہ ہوتا) اور جس کا وجود تیرے نزدیک حقیر ہو (بایں طور کہ تو اس پر اعتماد نہ کرے کسی امر کی تحصیل میں مثلاً وصول الی اللہ اور اس کا قرب اور درجات و مقامات کا حصول بسبب تیرے دیکھنے کے اس عمل میں تقصیر اور عدم سلامت آفات سے جو قبول کے مانع ہیں)

۴۲ اے اللہ اگر نیکیوں کا مجھ سے ظہور ہو تو یہ تیرے فضل سے ہے اور تیرا مجھ پر احسان ہے اور اگر گناہوں کا مجھ سے صدور ہو تو یہ تیرے عدل سے ہے اور تجھ کو مجھ پر حجت ہے ۔

۴۳ جب اللہ تعالےٰ ارادہ کرتا ہے کہ اپنا فضل تجھ پر ظاہر کرے تو تجھے نیک عمل کی توفیق دیتا ہے اور عمل کو تیری طرف منسوب کرتا ہے بایں طور کہ تیرے متعلق اپنے فرشتوں سے کہتا ہے کہ یہ بندہ مطیع ہے متقی ہے اور اپنے بندوں کی زبان پر تیرا ذکر خیر جاری کرتا ہے بایں طور کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ بندہ مطیع ہے متقی ہے ۔ پس جب وہ بندہ اس فضل عظیم کو دیکھتا ہے تو اس کو اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے اور نیکیوں اور صلاح و تقویٰ کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا نہ حقیقۃً نہ ادباً حقیقۃً اسلئے منسوب نہیں کرتا کہ حقیقی فاعل تو اللہ ہی ہے اور ادباً اسلئے منسوب نہیں کرتا کہ اسی ذات حق سبحانہ نے عمل کی توفیق دی ہے ۔ ولیکن کوئی گناہ اگر سالک سے ہو جائے تو مقتضی ادب کا یہ ہے کہ اس کو اپنی طرف منسوب کرے اور اعتراف کرے کہ یہ میرے ظلم و جہل سے ہے ۔ سہل بن عبداللہ قدس سرہ نے کہا ہے کہ جب آدمی نیکی کرے اور کہے کہ اے پروردگار تو نے اپنے فضل سے مجھ سے نیک عمل کرایا اور تو نے میری مدد کی اور تو نے میرے لیے کام آسان کر دیا تو اللہ تعالےٰ اس کی قدر کرتا ہے اور جزائے خیر

دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے بندے تونے ہی اطاعت کی اور تو نے ہی نیکی کی اور جب بندہ اپنے نفس کی طرف نظر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے نیک عمل کیا اور میں نے اطاعت کی اور میں نے نیکی کی تو اللہ تعالےٰ اس سے اعراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے بندے میں نے ہی توفیق دی تھی اور میں نے ہی مدد کی تھی۔ اور میں نے ہی نیک کام آسان کر دیا تھا اور جب بندہ کوئی گناہ کا کام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار تونے ہی میرے لئے یہ گناہ مقدر کیا اور تو نے ہی حکم دیا تو اللہ تعالےٰ کا اس پر غصہ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے بندے تونے ہی گناہ کا کام کیا اور تو نے ہی جہالت کی اور تو نے ہی نافرمانی کی اور جب بندہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار میں نے ظلم کیا اور میں نے گناہ کیا اور میں نے جہالت کی تو اللہ تعالےٰ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے بندے میں نے ہی حکم کیا تھا اور میں نے ہی مقدر کیا تھا میں نے تیرا گناہ معاف کیا اور میں نے حکم کیا اور تیرے عیوب کو چھپایا۔

۴۳ سالک پر ضروری ہے کہ سلوک میں اپنا معتمد امر استعانت باللہ کو بناوے اور اپنے نفس کے لئے حول و قوت کو نہ دیکھے نہ تھوڑے کام میں نہ زیادہ کام میں۔ یہی اساس سلوک ہے جس پر اسکے قواعد مبنی ہیں۔

۴۴ بندے تین قسم پر ہیں کہ ایک بندہ وہ ہے کہ دیکھتا ہے جو شئی اپنی طرف سے ہے اس کو اللہ تعالےٰ کی طرف اور دوسرا بندہ وہ ہے کہ دیکھتا ہے جو شئی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے اس کو اپنی طرف اور تیسرا بندہ وہ ہے کہ دیکھتا ہے جو شئی اللہ کی طرف سے ہے اسکو اللہ تعالےٰ کی طرف۔ مطلب یہ ہے کہ بعض بندہ ایسا ہے جس پر غالب ہے اپنی تقصیر و خطا کو دیکھنا پس یہ بندہ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے آگے عذر کرتا رہتا ہے اور دائماً اس کو ہم و غم لازم رہتا ہے جبکہ اس سے کوئی برائی کا ارتکاب ہوتا ہے اور دوسرا بندہ ایسا ہے جس پر غالب ہے اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان جو نعمتنا جو اس پر ہے اسکو دیکھنا پس اس بندہ کو اللہ تعالےٰ کی نعمت کی خوشی اور مسرت لازم ہے فرمایا حق سبحانہ نے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ترجمہ۔ کہدیجئے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل اور رحمت سے چاہئے کہ خوش ہوں یہ بہتر ہے

اس (مال وزر) سے جو وہ جمع کرتے ہیں پس اوّل حال عباد اور زھاد کا ہے اور ثانی
حال اہل عنایت (وداد) کا ہے اور پہلی شان اہل تکلیف کی ہے اور دوسری شان
اہل تعریف کی ہے اسی لئے کہا شیخ ابوالحسن قدس سرہ نے کہ عارف وہ ہے جو شدائد
زمان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اپنے اوپر الطاف جاریہ سمجھے اور جو اپنی اسارت
کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اپنے اوپر احسان مانے فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور انہی شیخ قدس سرہ نے
یہ بھی کہا ہے کہ تھوڑا عمل ساتھ دیکھنے منت و احسان کے اللہ تعالےٰ کی طرف سے
بہتر ہے بہت عمل سے ساتھ دیکھنے تقصیر و خطا کے اپنے نفس کی طرف سے اور بعض
عارفین نے کہا ہے کہ تقصیر و خطا کا دیکھنا شرک فی التقدیر سے خالی نہیں (یعنی تقصیر
خطا کا خود کو مستقل فاعل سمجھنا بغیر اسکی مشیت کے شرک فی التقدیر ہے) اور کہا
شیخ ابوالحسن قدس سرہ نے کہ ایک رات میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتا تھا
جب میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ہ تک پہنچا تو مجھے بطریق الہام کہا گیا کہ بہت برا
وسوسہ وہ ہے جو تیرے اور تیرے حبیب کے درمیان خلل انداز ہو جو تجھ سے اسکے
الطاف حسنہ کو بھلا دے اور تجھکو تیرے افعال سیئہ ہی یاد دلاتا رہے اور
تیرے نزدیک اصحاب یمین کو کم کرتا رہے اور اصحاب شمال کو زیادہ کرتا رہے
تاکہ تجھ کو اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن ظن سے
پھیر دے طرف سوء ظن کے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
پس اس بات سے بچ اسلئے کہ بیشک بہت زاہد عابد اور اہل جدّ و اجتہاد اس
وجہ سے ماخوذ ہوئے ہیں ــــ ولیکن قسم ثالث وہ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے
پہنچایا اس مقام تک کہ وہ دیکھتے ہیں جو شئی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے وہ اللہ
تعالےٰ کی طرف۔ یہی لوگ اہل توحید ہیں اور داخل ہیں میدان تفرید میں اور پہلی
قسم کے لوگ وہ ہیں کہ ان پر غالب ہے مامنهم الی الله (یعنی جو ان کی طرف
سے ہے وہ اللہ تعالےٰ کی طرف) کا شہود۔ وہ لوگ شرک خفی سے نہیں نکلے ہیں
اگرچہ وہ شرک جلی سے نکل گئے ہیں اسلئے کہ وہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور چھڑکتے
ہیں اور ڈانٹتے ہیں اور اپنی تقصیر و خطا کو اپنے نفس کی طرف سے بالاستقلال دیکھتے ہیں۔
اگر وہ اپنے نفس کی طرف سے بالاستقلال نہ دیکھتے تو اسکی طرف اتنی توبیخ و زجر کیساتھ
متوجہ نہ ہوتے جبکہ وہ کوئی قصور کرتا اسی لئے کہا ہے عارف مذکور نے کہ شہود تقصیر

بشرک فی التقدیر سے خالی نہیں پس تو اے مخاطب اگر اعتراض کرے کہ
جب نفس کو ڈانٹنا اور اس کی مذمت کرنا شرک خفی ہے تو کیا جواب ہے اسکا
کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے نفس کی مذمت کی ہے اور ہم کو اسکی توبیخ کا حکم دیا
ہے جب وہ قصور کرے تو وہ اس کا جواب یہ ہے کہ نفس کی توبیخ و مذمت کر
اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے تجھ کو اسکی توبیخ و مذمت کا حکم دیا ہے مگر اسکے لئے قدرت
نہ دیکھ اور اس کی طرف فعل کی اضافت مت کر اور اس کو فاعل مستقل مت
دیکھ ولیکن قسم ثانی کے لوگ وہ ہیں کہ ان پر غالب ہے مَامِنَ اللّٰهِ اِلَیْهِمْ
(یعنی جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے وہ ان کی طرف ہے) کا شہود اگرچہ یہ قسم
اوّل سے بہتر ہے لیکن یہ اثبات نفس سے خالی نہیں ہے اسلئے کہ یہ اپنے
نفس کو دیکھتے ہیں کہ اس کے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے اشیاء آتی ہیں۔
پس اگر وہ اپنے نفس کو ثابت نہ کرتے تو یہ نہ دیکھتے اسی وجہ سے اھل اللہ نے
قسم ثالث کو پسند کیا ہے اور وہ وہ ہیں کہ ان پر غالب ہے مَامِنَ اللّٰهِ اِلَی اللّٰهِ
(یعنی جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے وہ اللہ تعالےٰ کی طرف) کا شہود۔
حشوا جو شخص توحید سے اور اس بات سے کہ کہ ہر چیز اللہ تعالےٰ کی قضا و
قدر سے ہے غافل ہے جب صبح کرتا ہے تو غور کرتا ہے کہ میں آج کیا کام کرونگا
یعنی افعال کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آج میں فلاں فلاں
کام کرونگا اور عاقل و بیدار جو توحید سے اور اس بات سے کہ ہر چیز اللہ
تعالےٰ کی قضاء و قدر سے ہے غافل نہیں ہے جب صبح اٹھتا ہے تو کہتا ہے
کہ دیکھئے آج میرے ساتھ اللہ تعالےٰ کیا کرے یعنی افعال کو اپنی طرف
منسوب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرتا ہے پس غافل کی نظر
اپنے نفس کی طرف ہوتی ہے تو اللہ تعالےٰ اسے اسکے نفس کو سونپ دیتے
ہیں۔ تو وہ اپنے مطالب میں خائب و خاسر ہوتا ہے اور کامیاب نہیں ہوتا اور
عاقل کی نظر اپنے رب کی طرف ہوتی ہے تو اللہ تعالےٰ اسکے وکیل و کارساز
بنجاتے ہیں اور وہ اپنے مطالب میں کامیاب و سرخرو ہوتا ہے یہی میزان ہے کہ
جسکی وجہ سے سالک اپنے نفس کی حالت کو پہچان سکتا ہے پس پہلا خاطر جو اسکے دل پر وارد ہو وہی اسکی
توحید کی میزان ہے لہذا سالک کو چاہئے کہ کسی کام کیوقت کہ جب اسکو کوئی کام درپیش آوے تو دیکھے کہ اگر اسکا قلب

پہلی ہی مرتبہ میں اپنی حول و قوت کی طرف رجوع کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے منقطع ہے
اور اگر پہلی ہی مرتبہ میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی حول و قوت کی طرف رجوع
کرے تو وہ واصل الی اللہ ہے۔

۳۸ سزاوار نہیں ہے بندہ کے لئے کہ اپنے گناہ کو اتنا بڑا جانے کہ اللہ تعالیٰ
کی رحمت سے مایوس ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی پیدا ہو جائے
بلکہ اس کو لازم ہے کہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے
اور گناہ ہونے میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت جانے۔ حدیث شریف میں ہے کہ
اگر مومن کے لئے گناہ عُجب سے بہتر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ مومن اور گناہ کے
درمیان ملاپ نہ کرتا یعنی اللہ تعالیٰ مومن سے گناہ ہونے دیتا پس اس
سے یہ تنبیہ ہوئی کہ گناہ عُجب کو روکنے والا ہے جو سب سے بڑا حجاب
ہے درمیان بندہ اور اس کے مولا کے اسلئے کہ عُجب والا شخص اپنے نفس
کی طرف دیکھتا ہے کہ خدا اپنے رب کی طرف اپنی طاعت و عبادت
کو بہت بڑی جانتا ہے اور اس پر اعتماد کرتا ہے بخلاف گناہ کرنے والے
کے کہ گناہ گنہگار کے دل میں خوف و ندامت اور اللہ تعالیٰ کی طرف
رجوع و انابت اور اپنے نفس سے بیزاری و حقارت پیدا کرتا ہے
اور عُجب بندہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیر دیتا ہے اور گناہ بعد توبہ و
ندامت کے اللہ تعالیٰ کی طرف لیجاتا ہے۔

۳۹ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہے جب اے سالک تیرے ساتھ اس کا عدل
ہو اور کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہے جب تیرے ساتھ اے سالک اس کا فضل
ہو جب اللہ تعالیٰ کی صفت عدل اس شخص پر ظاہر ہو جس کو وہ مبغوض
رکھتا ہے تو اس کی نیکیاں باطل ہو جاتی ہیں اور اس کے صغیرہ گناہ کبیرہ
ہو جاتے ہیں اور جب اس کی صفت فضل اس شخص پر ظاہر ہو جس کو
وہ دوست رکھتا ہے تو اس کی برائیاں ناپید ہو جاتی ہیں اور اس کے
کبیرہ گناہ صغیرہ ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے سیدی ابوالحسن شاذلی قدس اللہ
سرہ نے کہا ہے کہ واجعل سیآتنا سیآت من احببت ولا تجعل حسناتنا
حسنات من ابغضتنا۔ یعنی اے اللہ ہماری برائیوں کو اسکی برائیاں

بنا جس کو تو دوست رکھتا ہے اور ہماری نیکیوں کو اسکی نیکیاں مت بنا جس کو تو مبغوض رکھتا ہے اللہ تعالے کا دوست بننے کا طریقہ اتباع سنت ہے چنانچہ فرمایا اللہ تبارک و تعالے نے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ ترجمہ۔ کہدیجئے کہ اگر تم اللہ تعالے کو دوست رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو تو اللہ تعالے تم کو دوست رکھیگا۔ اور تمہارے گناہوں کو معاف کریگا۔ اور اللہ تعالے مغفرت کرنے والا رحم والا ہے۔

مرشدوں کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی ضیاء القلوب سے بعض ضروری نصائح

اول مسائل ضروری و عقائد اہل سنت والجماعت حاصل کرے پھر رذائل کو دور کرے حرص غصہ جھوٹ غیبت بخل حسد ریا تکبر کینہ اور یہ اخلاق پیدا کرے صبر شکر قناعت توکل رضا شرع کا پابند رہے اگر گناہ ہو جائے جلدی توبہ کرلے کرے نماز با جماعت کا پابند رہے کسی وقت یاد الٰہی سے غافل نہ ہو خلاف شرع فقراء سے بچے اپنے کو سب سے کمتر جانے بات نرمی سے کرے سکوت خلوت کو محبوب رکھے نہ اتنا کھائے کہ کسل ہو اور نہ اتنا کم کہ عبادت سے ضعف ہو جائے فقر و فاقہ سے تنگ دل نہ ہو اپنے لوگوں سے نرمی برتے ان کی خطا و قصور سے درگذر کرے کسی کی غیبت و عیب جوئی نہ کرے۔ عیب پوشی کرے اپنے عیوب پیش نظر رکھے کم ہنسے زیادہ روئے عذاب الٰہی سے اور اس کی بے نیازی سے لرزاں رہے موت کا ہر وقت خیال رکھے روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے۔ غیر مشروع مجلس میں نہ جائے۔ رسوم جہل سے بچے۔ ان اعمال پر مغرور نہ ہو۔ اولیاء کے مزارات سے مستفید ہوتا رہے۔ گاہ گاہ عوام مسلمین کی قبور پر جا کر ایصال ثواب کرے۔ غرباء و مساکین علماء و صلحاء کی صحبت رکھے۔ مرشد کا ادب و فرمان کامل طور پر بجا لائے اور ہمیشہ استقامت کی دعا کرتا رہے۔

باب دہم
متفرقات

شرک و بدعت

فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۂ نساء میں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا ؀

ترجمہ - بیشک اللہ تعالیٰ شرک کی مغفرت نہیں کریگا اور اس سے کمتر جسکو چاہے معاف کر دے اور جو اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرتا ہے بیشک اس نے بڑا گناہ کیا۔

اور مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جو شخص ایک نیکی لاوے گا تو اس کو اس کا دس گنا ثواب ہے یا چاہوں تو اس سے بھی بڑھاؤں اور جو شخص ایک بدی لاویگا تو بدی کا بدلہ ایک ہی بدی ہے اس کے برابر یا چاہوں تو بے بدلہ لئے بخشدوں اور جو شخص مجھ سے نزدیکی چاہے گا ایک بالشت برابر تو میں اسکا قرب ہاتھ برابر چاہوں گا اور جو شخص میرا قرب ہاتھ برابر چاہے گا تو میں اسکے دو ہاتھ کے لمبائی برابر قریب ہو جاؤں گا اور جو شخص میرے پاس قدم بقدم چلتا آویگا تو اس کی طرف میں جھپٹتا آؤں گا اور جو شخص مجھ سے ملے گا تمام زمین کے برابر گناہ لیکر بشرطیکہ اوسنے میرے ساتھ کسی چیز کا شرک نہ لگایا ہوگا تو میں اس سے ملوں گا اور اس کے گناہ کے برابر مغفرت اور بخشش لیکر۔

اسلئے مسلمانوں کو شرک سے بچنا بیحد ضروری ہے۔ انواع شرک کو سمجھنے اور ان سے بچنے کے لئے ناچیز کا رسالہ "تفصیل البیان فی انواع الشرک والطغیان" ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا پھر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس خط کے دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچیں اور فرمایا کہ یہ راستے ہیں شرک کے

راستوں میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ۔ اور بیشک یہ سیدھا راستہ ہے تم اس کی پیروی کرو اور تم دوسرے راستوں کی پیروی مت کرو ورنہ اسکے راستہ سے بھٹک جاؤ گے اسی کا اللہ تعالےٰ نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم متقی بنو۔

فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے تہتّر فرقے ہو جائینگے وہ وہ سب نار میں ہیں۔ سوائے ایک کے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ وہ ایک فرقہ کونسا ہے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایسا وعظ فرمایا جس سے دل ڈر گئے اور آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔ تو ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) گویا کہ یہ رخصت کرنے والے کا وعظ ہے پس آپ ہمیں وصیت فرما جائیے تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اور حاکم کی بات سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تمہارے اوپر حاکم غلام ہو اور جو شخص تم میں سے زیادہ زندہ رہیگا وہ بہت اختلافات دیکھے گا تو میری سنت اور میرے خلفاء راشدین مہدیین (رضی اللہ عنہم) کی سنت کو لازم پکڑنا اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑنا اور تم دین میں نئی باتوں) سے بچنا اسلئے کہ ہر بدعت (یعنی دین میں نئی بات) گمراہی ہے۔

اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں وہ بات نکالی جو دین سے نہیں وہ رد ہے۔ بخاری و مسلم میں علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے گناہ میں کسی کی اطاعت درست نہیں اطاعت تو صرف نیک کام میں درست ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ کیا حال ہوگا تمہارا جبکہ تم کو گھیر لیگا۔ ایسا فتنہ (بدعات کا) جس میں بڑے بوڑھے ہو جائینگے

اور چھوٹے بڑے ہو جائیں گے اور اسی پر لوگ قائم ہو جائیں گے اور اسی کو سنت بنالیں گے۔ (حالانکہ وہ سنت نہیں) جب اس فتنۂ بدعات کو جس کو لوگوں نے سنت بنا لیا ہے کوئی مٹانا چاہے گا اور صحیح طریقہ بنائیگا تو اس سے کہا جائے گا کہ یہ برا کام ہے تو ایک پوچھنے والے نے پوچھا کہ اے عبد اللہؓ یہ کب ہوگا تو انہوں نے کہا کہ یہ اس وقت ہوگا جب تمہارے اندر امانت دار کم ہو جائیں گے اور امیر زیادہ ہو جائیں گے اور عالم کم ہونگے اور قاری بہت ہوں گے اور آخرت کے عمل کے بدلے دنیا کو خریدا جائے گا اور دین کے لئے نہیں (بلکہ دنیا کے لئے) علم سیکھا جائیگا پھر اس وقت تمہارے اوپر ایسے حاکم ہوں گے کہ اگر تم ان کی اتباع کرو تو وہ تم کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی نافرمانی کرو تو تم کو قتل کر دیں گے تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ اے عبد اللہؓ پس آپ ہم کو کیا حکم کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اپنے گھر کے ٹاٹوں میں سے ایک ٹاٹ ہو جا ورنہ آگ بہتر ہے تو اس آدمی نے اپنا ہاتھ اپنی کوکھ پر رکھا اور کہا کہ اے ابن ام عبد (یعنی اے عبد اللہؓ) آپ نے مجھے قتل کر ڈالا۔

اور فتاوی عزیزی فارسی ص۷۱ میں ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ اگر بدعت کا کرنے والا بدعت کو نیک سمجھتا ہے اور اس میں قربت خدا جانتا ہے تو اس کا کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام سے نکل جاتا ہے جیسے بال آٹے سے نکل جاتا ہے۔

ضروری بات

ایک یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ بعض چیزیں خود جائز و مستحب ہوتی ہیں مگر کسی عارضی وجہ سے وہ چیزیں بدعت ہو جاتی ہیں مثلاً سجدۂ شکر جائز و مستحب ہے مگر نماز کے بعد کرنا بدعت ہے اسلئے کہ جاہل گنوار لوگ دیکھکر اس کو سنت و واجب اعتقاد کر لیں گے اور جائز و مستحب کو سنت و واجب اعتقاد کر لینا یہ دین کے اندر زیادتی ہے اور دین کے اندر جو چیز سنت و واجب نہیں اس کو سنت و واجب اعتقاد کرنا ہے اور یہی بدعت ہے۔ فرمایا

حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد - ترجمہ - جس نے ہمارے اس دین میں وہ بات نئی نکالی جو دین سے نہیں وہ رد ہے -

درمختار میں ہے سجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنھا تکرہ بعد الصلوٰۃ لان الجملۃ یعتقدونھا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ -

ترجمہ - سجدۂ شکر مستحب ہے اسی پر فتوی ہے مگر نماز کے بعد کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ جاہل لوگ اس کو سنت یا واجب اعتقاد کرلیں گے اور ہر جائز چیز جو سنت یا واجب کی طرف پہنچائے وہ مکروہ ہے -

اور شامی میں ہے (قول فمکروہ) الظاھر انھا تحریمۃ لانہ یدخل فی الدین مالیس منہ -

ترجمہ ظاہر یہی ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے (یعنی نماز کے بعد سجدۂ شکر مکروہ تحریمی ہے) اسلئے کہ جو چیز دین سے نہیں ہے وہ دین میں داخل ہو جاتی ہے (یعنی جائز و مستحب کام سنت و واجب بن جاتا ہے) -

اس قاعدہ شرعی کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت سے رسوم و امور ایسے ہیں جو کہ گو وہ خود جائز و مستحب ہوں مگر ان کو سنت و واجب و ضروری بنا لینے سے بدعت ہو جاتے ہیں - اسلئے رسوم گو وہ جائز بھی ہوں مگر ان کا اتنا اہتمام نہ کرنا چاہیئے جس سے وہ ضروری ہو کر بدعت بنجائیں - اس کلیہ قاعدہ کو خوب سمجھ لینا چاہیئے - اس سے بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں اور بہت سی باتیں جو کسی وقت جائز تھیں مگر ان کو ضروری و سنت و واجب کی طرح بنا لینے سے بدعت و قابل ترک ہو جاتی ہیں -

نوافل بعد ادائے فرائض

بعد ادائے فرائض نوافل کی پابندی کرنی چاہیئے بغیر ادائے فرائض کے نوافل سے فائدہ نہیں ہوتا اسلئے فرائض و واجبات وغیرہ کے بعد نوافل کا درجہ ہے - اب چند نمازیں و ادعیہ وغیرہ درج کئے جاتے ہیں -

نماز تہجد رات کو اٹھکر نماز پڑھنے کا بڑا ہی ثواب ہے یہ نماز اللہ تعالٰی

کے نزدیک بہت مقبول ہے اور بہت زیادہ اس کا ثواب ملتا ہے۔ تہجد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں نہ ہو تو دو ہی رکعتیں سہی۔

نماز اشراق اشراق کی نماز کا یہ طریقہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو اسی جگہ پر بیٹھے بیٹھے درود شریف یا کلمہ طیبہ یا کوئی وظیفہ پڑھتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا رہے۔ دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے۔ جب سورج نکل آوے اور اونچا ہو جاوے تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھ لے تو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ہے اور اگر فجر کی نماز کے بعد کسی دنیا کے دھندے میں لگ گیا پھر سورج اونچا ہو جانے کے بعد اشراق کی نماز پڑھے تو بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

صلوٰۃ التسبیح صلوٰۃ التسبیح کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے بے انتہا ثواب ملتا ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ اس کے پڑھنے سے تمہارے سب گناہ اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے جو بھول کر ہوئے ہوں یا قصداً ہوئے ہوں سب معاف ہو جاویں گے اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھ لیا کرو۔ اگر ہفتہ میں نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں پڑھ لیا کرو۔ ہر مہینہ میں بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ پڑھ لو۔ اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور سبحانک اللھم اور اعوذ اور بسم اللہ اور الحمد و سورۃ سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے پندرہ دفعہ یہ کلمہ پڑھے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ پھر رکوع میں جاوے سبحان ربی العظیم تین دفعہ کہنے کے بعد دس دفعہ یہی کلمہ پڑھے پھر رکوع سے اٹھے اور قومہ میں تسمیع و تحمید کے بعد دس دفعہ یہی کلمہ پڑھے پھر پہلے سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ تین دفعہ کہنے کے بعد دس دفعہ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھ کر دس دفعہ پھر دوسرے سجدہ میں تین دفعہ تسبیح کے بعد دس دفعہ پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو اسی طرح دوسری

رکعت پڑھے اور جب دوسری رکعت میں التحیات کے لئے بیٹھے تو پہلے یہی کلمہ دس دفعہ پڑھ لے تب التحیات پڑھے اسی طرح چاروں رکعت پڑھے ان چاروں رکعتوں میں جو سورت چاہے پڑھے اور صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی دوسری ترکیب بھی ترمذی شریف میں بروایت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہکر نیت باندھکر ثناء پڑھکر یہی کلمہ پندرہ بار پھر اعوذ اور بسم اللہ اور الحمد سورۃ پڑھکر یہی کلمہ دس بار۔ غرض قیام میں ۲۵ بار اور دوسرے سجدے کے بعد نہ پڑھے اس طرح بھی ہر رکعت میں ۷۵ بار مذکورہ کلمہ ہو جاتا ہے۔

فضیلت درود شریف

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ کی تنبیہ الغافلین میں ہے کہ حضرت صلے اللہ پر درود بھیجنا تمام (نفل) عبادتوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالےٰ کے اس قول میں غور کرو اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ الخ اور تمام عبادتوں میں اللہ تعالےٰ نے ان کے کرنے کا محض حکم دیدیا ہے مثلاً اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ۔ ترجمہ۔ قائم کرو نماز کو اور ادا کرو زکوٰۃ کو ولیکن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود خود اللہ تعالےٰ نے پہلے بھیجا (مثل اور عبادتوں کے محض حکم نہیں دیدیا) اور فرشتوں نے بھی پہلے بحکم خداوندی درود بھیجا پھر مومنین کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ درود بھیجو اور سلام بھیجو نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا سب نفل عبادتوں سے افضل ہے۔ اللھم صل علیٰ محمد ن النبی الامی وعلیٰ آل محمد۔

فضیلت استغفار

خزینۃ الاسرار میں ہے کہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مومنین و مومنات کے لئے استغفار کرے اللہ تعالےٰ اس کے لئے ہر مومن مرد اور

ہر مومن عورت کے بدلے ایک نیکی لکھتا ہے کذا فی حصن الحصین اور ایک نیکی کا دس گنا ثواب ملتا ہے تو ایک مرتبہ تمام مومنین و مومنات کے لئے دعاء استغفار کرنے سے تمام مومنین و مومنات کے عدد کا دس گنا ثواب ہوا اللھم اغفر للمومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات برحمتک یا ارحم الرّاحمین آمین

سیّد الاستغفار

جو آدمی یقین کے ساتھ اس کو دن میں کہے اور مرجائے تو وہ جنّتی ہے اور جو رات میں یقین کے ساتھ کہے اور مرجائے تو جنّتی ہے وہ یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ

اے اللہ تو میرا رب ہے کوئی معبود نہیں ہے سوائے تیرے تو نے مجھے پیدا کیا اور

وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ

میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور وعدہ پر ہوں جب تک مجھ سے ہوسکا اور میں

شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ

تیری پناہ لیتا ہوں اس چیز کی برائی سے جو میں نے کی ۔ میں اپنے اوپر تیری نعمت کا

بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

اقرار کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں ۔ پس میری مغفرت فرما۔ اس لئے کہ تیرے سوا کوئی گناہوں کا معاف کرنے والا نہیں ۔ کذا فی حصن الحصین

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعا یہ تھی ۔

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم و مضبوط رکھ۔

اور فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

(رواہ الترمذی)

ب "طریق التعلم شرح تعلیم المتعلم" سے واسطے فائدہ عام کے ذیل کا مضمون لکھا جاتا ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں رد کرتی تقدیر کو مگر دعا اور نہیں زیادہ کرتی عمر کو مگر نیکی اور آدمی رزق سے محروم رہتا ہے بسبب گناہ کے جو وہ کرے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گناہ کا ارتکاب سبب ہے رزق سے محرومی کا خاص کر جھوٹ سے فقیری و تنگدستی آتی ہے اور اس بارے میں خاص حدیث وارد ہے اور ایسے ہی صبح کو سونے سے رزق میں کمی ہوتی ہے اور بہت سونے سے تنگدستی آتی ہے اور جہالت سے بھی مفلسی آتی ہے ننگا سونا اور ننگا پیشاب کرنا اور غسل کی حالت میں کھانا اور پہلو پر ٹیک دیکر کھانا اور دسترخوان سے جو روٹی وغیرہ گرے اس کو اٹھا نہ لینا ضائع کر دینا اور پیاز اور لہسن کا چھلکا جلانا اور رومال سے گھر کو جھاڑنا اور رات کو جھاڑو نکالنا اور گھر میں جھاڑو نہ دینا اور بزرگوں کے آگے چلنا اور ماں باپ کو ان کا نام لیکر پکارنا اور ہر تنکے لکڑی سے خلال کرنا اور کیچڑ سے ہاتھ دھونا اور چوکھٹ پر بیٹھنا اور دروازے کے دو پٹ سے ایک پٹ پر ٹیکا دینا اور پیخانہ میں وضو بنانا اور کپڑے کو اپنے بدن پر سینا اور مکڑی کے گھر کو گھر میں رہنے دینا اور نماز میں سستی کرنا اور فجر کی نماز کے بعد مسجد سے جلدی نکل جانا اور بازار کے

جانے میں بہت سویرے جلدی جانا اور دیر سے واپس لوٹنا اور سوالی فقیروں سے روٹی کے ٹکڑے خریدنا اور اپنی اولاد پر بد دعا کہنا اور برتنوں کو نہ ڈھانکنا اور چراغ کو منہ سے بجھانا۔ یہ تمام باتیں افلاس و تنگدستی لاتی ہیں۔
یہ آثار سے معلوم و معروف ہیں اسی طرح ٹوٹے ہوئے قلم سے لکھنا اور ٹوٹی ہوئی کنگھی سے کنگھی کرنا اور ماں باپ کے لئے اچھی دعا نہ کرنا اور بیٹھ کر عمامہ باندھنا اور کھڑے ہو کر پاجامہ پہننا اور بخیلی کرنا اور خرچ کرنے میں تنگی کرنا اور خرچ کرنے میں اسراف کرنا اور کاہلی اور سستی اور بے پروائی کاموں میں کرنا ان تمام باتوں سے بھی تنگدستی و مفلسی آتی ہے۔
فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ رزق کو اُتارو صدقہ سے اور صبح کو جلدی اٹھنا مبارک ہے زیادہ کرتا ہے تمام نعمتوں میں خاصکر رزق میں۔ اور اچھا خط رزق کی کنجیوں سے ہے اور کشادہ چہرہ اور خوش گفتار رزق کو بڑھاتے ہیں اور امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ گھر کے صحن کو جھاڑو دینا اور برتنوں کو دھونا مالداری لانے والی چیزیں ہیں۔ اور سب سے زیادہ قوی رزق کو لانے والی چیز نماز ہے۔
یعنی تعظیم اور خشوع اور تعدیل ارکان اور تمام واجبات وسنن اور آداب کے ساتھ۔ اور صلاۃ الضحٰے بھی اس بارے میں معروف و مشہور ہے اور بڑھاتا ہے رزق کو پڑھنا سورۃ الواقعہ کا خاصکر رات کو وقت سونے کے اور پڑھنا سورۃ الملک اور المزمل اور والیل اذا یغشی اور الم نشرح لک کا اور مسجد میں اذان سے پہلے آنا اور ہمیشگی کرنا وضو پر اور فجر کی سنت اور رات کے وتر کو گھر میں پڑھنا اور وتر کے بعد

دنیا کا کلام نہ کرنا اور عورتوں کے پاس زیادہ نہ بیٹھنا مگر وقت ضرورت کے اور ایسا کلام نہ کرنا جو دین و دنیا میں مفید نہ ہو (ان چیزوں سے کبھی رزق بڑھتا ہے) اور کہا گیا ہے کہ جو شخص غیر ضروری کام میں مشغول ہوا اس سے فوت ہوگا وہ کام جو ضروری ہے

اسأل اللہ تعالیٰ بفضلہ ان ینفع بہ کل من وقف علیہ وان یستنز نفعا تحنا فی الدارین وان یغفر لنا وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین آمین

شجرہ منظومہ سلسلہ عالیہ طیبہ چشتیہ صابریہ امدادیہ رشیدیہ محمودیہ

سہل کن ہر صعب یارب بہر مولانا سہول • عالمِ شرعِ مبین دانائے اسرارِ خفی

جامعِ شرع وطریقت واقفِ اسرار حق • شاہ محمود حسن قسام فیض سرمدی

سیدی شیخی رشید احمد امام وقتِ خویش • دہ مرا صادق یقین از بہر جاہش اے غنی

بہرِ امداد و بنور و حضرتِ عبد الرحیم • عبد باری عبد ہادی عضد دین مکی و لی

ہم محمدی و محب اللہ و شاہ بو سعید • ہم نظام الدین جلال و عبد قدس احمدی

ہم محمد عارف و ہم عبد حق شیخ جلال • شمس دین ترک و علاؤ الدین فرید جود ہنی

قطب دین و ہم معین الدین و عثمان و شریف • ہم ممود ود و ابو یوسف محمد احمدی

بوسحاق و ہم ممشاد و ہبیرہ نامور • ہم حذیفہ و ابن ادہم ہم فضیلِ مرشدی

عبد واحد ہم حسن بصری علی فخرِ دیں • سید الکونین فخر العلمین بشری نبیؐ

پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش • بہر ذات خود شفایم دہ ز امراضِ دلی

تمام شد۔